مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماھنامہ

نقوش اسلام

Issue.No .12	فروری ۲۰۰۷ء (February,2007) محرم ۱۴۲۸ھ	VOL.No.1

زیر سرپرستی

- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسار پوری
- عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

- ☆ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
- ☆ مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
- ☆ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
- ☆ الحاج موسیٰ بھائی درسوت
- ☆ مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
- ☆ مولانا محمد صالح جی
- ☆ مولانا حافظ محمد ایوب کاڑوا
- ☆ مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

- ☆ مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
- ☆ مولانا محمد ساجد عزیزی قاسمی
- ☆ مولانا محمد عمر قاسمی
- ☆ مولانا محمد نظام الدین ندوی

چیف ایڈیٹر
محمد مسعود عزیزی ندوی

سب ایڈیٹر
محمد ارشد فیضی
9758636871

مدیر انتظامی
حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون
ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.**247129**
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

نقوش اسلام، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ.......................۱۰/روپئے
سالانہ.......................۱۰۰/روپئے
خصوصی...... ....۳۰۰۰/روپئے
ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۲۰/ڈالر

PRINTED PUBLISHED AND OWNED BY MOHD.MASOOD AZIZI NADWI
PRINTED AT UNION PRESS DEOBAND AND PUBLISHED AT MUZAFFARABAD SRE
EDITOR:MOHD. MASOOD AZIZI NADWI

npage24\A017 not found.
Border\BISMIL01\001. not found.
npage24\A017 not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
نقوش اسلام کا ایک سال مکمل	محمد مسعود عزیزی ندوی	
فکروعمل		۵
نئے جذبے وہمت اور قربانی......	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	
وصایا		۶
وصایا مفکر اسلام	مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی	
تجزیہ		۸
صدام کا قتل عالم اسلام کے لیے......	محمد ارشد فیضی	
نظروفکر		۱۴
امریکہ کی خونخوار نظریں اب ایران پر	مولانا ابرار احمد اجراوی	
جائزہ		۱۷
یورپ کے بھیانک مذہبی عدالت کی سرگزشت	محمد زکریا ورک	
مکتوبات اکابر		۲۱
مکتوبات حضرت شاہ حافظ عبدالرشید صاحب	محمد مسعود عزیزی ندوی	
اقبالیات		۲۵
کافر و مومن کی پہچان	محمد بدیع الزماں	
دعوت دین		۲۹
آخرت کا تصور اور............	مولانا مفتی محمد سرور فاروقی	
انجام عمل		۳۳
تکبر ایک مہلک اور ناسور بیماری ہے	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
تہذیب وتمدن		۳۵
مسلم خواتین اور مغربی تہذیب وتمدن	مولانا انعام الرحمٰن	
پیغام عمل		۳۷
چٹانیں چور ہو جائیں جو ہو............	مولانا محمد نظام الدین ندوی	
اصلاح باطن		۴۰
گناہ تو گناہ ہے ظاہر میں ہو یا باطن میں	مولانا ارشد کبیر خاقان	
فضائل		۴۲
دعا مانگنے کی فضیلت	مولانا محمد عمر مجاہد پوری	
تبصرے		
نئی کتابوں پر تبصرہ	مولانا محمد نظام الدین ندوی	
حالات حاضرہ		
عالمی خبریں	حافظ عبدالستار عزیزی	

اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہو رہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زر تعاون مبلغ ۱۰۰/روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جا سکے۔ (ادارہ)

E.mail:masood_azizi@rediffmail.com --------- nuqooshe_islam@yahoo.com

پرنٹر پبلیشر محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائیننگ: حمید اللہ قاسمی رابطے کے لیے 9719639955 ☆ عزیزی کمپیوٹر سنٹر، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

اداریہ

نقوش اسلام کی عمر کا ایک سال مکمل

محمد مسعود عزیزی ندوی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے اور ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' کے ترجمان ''نقوش اسلام'' کو مقبولیت عطا کی، نقوش اسلام پابندی سے شائع ہو کر اس شمارے کے ساتھ اپنی عمر کا پہلا سال پورا کر رہا ہے جس پر ہم اراکین مرکز بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز اور سراپا شکر گزار ہیں کہ رب ذوالجلال نے اس رسالے کے ذریعہ دین کی، دعوت کی اور اسلام کی ترجمانی کی توفیق عطا فرمائی اور میدان صحافت میں اس کو اس قابل بنایا کہ اہل نظر اس کو وقعت کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور اس کا حلقۂ احباب بڑھا، قارئین نے اچھے تأثرات پیش کئے، اہل علم حضرات نے حوصلہ افزا کلمات سے نوازا، مخلصین نے پر بہار امیدیں قائم کیں، قلم کار دوستوں نے قلمی تعاون پیش کیا، مفکرین نے اپنے بیش قیمت افکار پیش فرمائے، بزرگوں نے قدردانی کی سوغات اور اپنی مستجاب دعاؤں کا تحفہ پیش فرمایا، بعض احباب نے قارئین کا حلقہ وسیع کیا، بعض اہل ثروت محبین نے رسالے کے لیے مادی تعاون پیش کیا، غرضیکہ کریم آقا نے وہ تمام اسباب مہیا فرمائے جن سے کوئی ادارہ، کوئی تحریک، کوئی دعوت، کوئی رسالہ عوام میں قبولیت ومحبوبیت اور دوام حاصل کر سکتا ہے۔

اللہ تعالی کے فضل واحسان سے ''نقوش اسلام'' کے ارکان کی طرف سے ہر ممکن کوشش کی گئی کہ اس میں ایسی تحریریں شائع ہوں جن سے افکار میں بلندی، عزائم میں پختگی، اذہان میں بالیدگی اور زندگی میں اصلاح وانقلاب، قلوب میں گرمی وحرارت، روحوں میں سکون وطمانیت اور دنیا میں کچھ کر گزرنے کا جذبہ وولولہ اور شوق پیدا ہو، اسی لیے اس میں دعوتی، تحقیقی، فکری، ادبی، ثقافتی، اصلاحی وسنجیدہ مضامین شائع کئے گئے، اس ایک سالہ مدت کے دوران جو کچھ افکار بھی رسالہ کا حصہ بنے ان میں کہنہ مشق اساتذہ علم وفن کے مضامین بھی تھے اور پختہ کار ادباء مفکرین کی کاوشیں بھی اور نوخیز ونو آموز قلم کاروں کی خامہ فرسائیاں بھی، اسی طرح افادۂ عام کی غرض سے بعض تحریریں قسط وار بھی شائع ہوئیں جن کی قارئین نے پزیرائی کی: مثلاً اندلس کے بیالیس تاریخ داں، اسلامی دنیا کی رصدگاہیں، اسلام میں پردہ کی اہمیت، وصایا مفکر اسلام، تصوف اور حضرت شاہ ولی اللہ اور بعض مستقل کالم بھی جیسے تحریکات، اصلاحیات، پیغامات وتأثرات، اقبالیات، عبادات، اخلاقیات، فلکیات، شخصیات ومراسلات، افکار، حقائق، تذکیر، محاسبے، تجزئے، جائزے، موازنے وتبصرے، دعوت فکر وعمل، سیرت وکردار، توحید واتحاد، تحقیق ونظر، گوشۂ خواتین، اصلاح معاشرہ،

دروس ادب، شعروادب، سلوک واحسان، آئین ہند، تبلیغ دین، احسان قرآن، راہ سنت، لائحہ عمل، آثار قدیمہ، پیغام عمل، ذرائع ابلاغ، دعوت دین، اتباع سنت، آثار قیامت، صورت حال، فضائل ومسائل، محاسن اسلام، مثالی استغناء، صدائے دل، تاریخ اسپین، تعلیم نسواں، تعلیمات قرآنی، حالات حاضرہ، مکتوبات اکابر، عظمت قرآن، بولتی تحریریں، عالمی خبریں اور ایسے ہی اگر اب تک کے اداریوں کا جائزہ لیا جائے، تو وہ اس طرح ہیں: نقوش اسلام فکر اسلامی کا نقیب، ربیع الاول میں طلوع ہونے والا آفتاب، مسلمانوں کی عظمت رفتہ بحال ہوسکتی ہے، خود احتسابی کے عمل سے گزرنا ضروری ہے، اہانت رسول کی سزا ڈنمارک کے اخبار کے ایڈیٹر کی عبرت ناک ہلاکت، دنیا کا ہر بہیمانہ عمل مسلمانوں کی طرف منسوب، چندہ دینے، دلوانے اور لینے والوں کی خدمت میں، ندویت قاسمیت تبلیغی جماعت تین فرقے نہیں تین مکاتب فکر ہیں، حج پر جانے والوں کی خدمت میں، مدرسہ بورڈ امیدیں، اندیشے اور مشورے۔

اب تک کی کاوشوں کا خلاصہ قارئین کی نذر کرنے کے بعد ہم ان سے امید کرتے ہیں کہ وہ اس دعوتی تحریک میں برابر حصہ لیتے رہیں، اس کا سب سے بہتر اور مؤثر طریقہ یہ ہے کہ اپنے دوستوں کو بطور ہدیہ رسالہ پیش کریں، اہل ثروت طلبہ اپنے دوستوں کے نام مخلصانہ ہدیہ اور اساتذہ کے نام بطور محبت ماہنامہ جاری کرائیں اور عام قارئین اپنے اہل تعلق کو اس کی طرف متوجہ کریں، قلم کار حضرات اس میں اپنا علمی اور قلمی تعاون پیش فرمائیں، بلند افکار کے حامل دعوتی، ادبی اور اصلاحی مضامین جو پرمغز اور پراز معلومات ہوں ارسال فرمائیں، اہل ذوق واہل نظر اپنے مشورے اور تبصرے اور نقد تحریر کرکے بھیجیں، اور رسالہ کو ہمہ رنگ اور ہر ذوق کے مطابق ڈھالنے اور اس کو بہتر سے بہتر بنانے اور اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ہمارا تعاون فرمائیں، ہم آپ کی گرانقدر آراء اور مشوروں کا شدت سے انتظار کریں گے اور انشاءاللہ ان تبصروں ونقدوں کو شائع بھی کیا جائے گا، چونکہ ہم آپ کے پرخلوص مشوروں اور نقد وتبصروں کو اپنی کامیابی اور رسالہ کی تعمیر وترقی کی ضمانت سمجھتے ہیں۔

اخیر میں ہم اپنے تمام معاونین کا شکر ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہمارے ادارے کا اور ہمارے اس رسالے کا کسی بھی طرح کا تعاون کیا ہو خواہ وہ مادی تعاون ہو یا روحانی، علمی تعاون ہو یا ادبی اور اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمارے تمام مخلصین، معاونین، سرپرستوں، مشیروں اور قلمی دوستوں کو دونوں جہاں کی سرخروئی وکامیابی نصیب فرمائے اور ان کے خلوص ومحبت اور تعاون کو قبول فرمائے، اور ہمیں زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ''نقوش اسلام'' کو قیامت تک کے لیے قبولیت، استقامت اور مداومت نصیب فرما کر گم گشتہ راہ امت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، اسلام کے محاسن وحقائق، اسکی دعوت، اس کے پیغام ومشن اور صحیح اسلامی فکر کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے، آمین

////☆☆☆☆☆////

فکر وعمل

نئے جذبہ وہمت اور قربانی کی ضرورت

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اب سے ۲۸ رسال قبل جب پندرہویں صدی ہجری کا آغاز ہونے جارہا تھا دنیا میں مسلمانوں کی اہمیت اور تعداد کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر متعدد دانشوروں نے یہ اظہار خیال کیا تھا کہ نئی صدی اسلامی صدی ہوگی یعنی اس میں اسلام کا خاص طور پر فروغ ہوگا اور مسلمانوں کی عزت وعظمت میں خصوصی اضافہ ہوگا، اس وقت کے حالات کو دیکھ کر کسی قدر اس بات کا اندازہ بھی ہوتا تھا، کیونکہ اسلام کا تعارف کرانے والے اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دعوتی کام کرنے والے جو اثر ڈال رہے تھے، اور اس کے نتیجہ میں جگہ جگہ اسلام کو لبیک کہنے کے واقعات پیش آرہے تھے اور غیر مسلموں میں بھی تلاش حق کا جذبہ رکھنے والے ایسے متعدد افراد علم میں آرہے تھے جو اسلام کو سمجھنا چاہتے تھے اور اسلام کے متعلق انھوں نے جو کچھ سنا تھا اس کی بنا پر وہ اسلام کے بارے میں اپنے حسن ظن کا وقتاً فوقتاً اظہار کرتے تھے، دوسری طرف دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے متجاوز ہورہی تھی جو دنیا کی کل آبادی کی چوتھائی بنتی تھی، نیز مسلمان آزاد ملکوں کی تعداد بھی متحدہ اقوام کے کل ارکان ملکوں میں ایک چوتھائی تھی اور ان کو بڑھتی اور ابھرتی ہوئی قوم کی حیثیت سے دیکھا جانے لگا تھا۔

لیکن دوسری طرف بین الاقوامی سیاسی برادری میں اس کیفیت کو مسلمانوں کے پرشوکت وعظمت ماضی کے پس منظر میں دیکھنے کا رجحان پیدا ہونے لگا اور اس کو اسلام کی ایسی احیائیت سمجھا جانے لگا جو دنیا کی لامذہبی تہذیب وتمدن کو چیلنج کرنے والی اور دنیا کے ملحدانہ ونفس پرستانہ رجحان کے لیے خطرہ بننے والی ہے، اور یورپ کی قوموں نے اسلامیت کے بڑھتے ہوئے رجحان کو ایک خطرناک رجحان کی حیثیت سے دیکھنا شروع کردیا، اس کا یہ اثر ہوا کہ چند برسوں کے اندر جگہ جگہ اسلامیت کے رجحان پر قدغن لگائے جانے لگے اور اسلام کے حامیوں اور اس پر عمل کرنے والوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور دنیا کی بڑی طاقتوں نے تو اس کے روک کے لیے خاطر خواہ انتظامات شروع کردیئے، اور اسلامی قدروں اور آداب کی معمولی سے معمولی پابندی کو خطرہ کی نظر سے دیکھنا شروع کردیا اور یہ بات اتنی بڑھی کی متعدد مغربی حکومتوں نے اپنے زیر اثر مسلمان ممالک میں اسلامیت سے تعلق کے اظہار کو قابل گرفت عمل بنادیا، چنانچہ ان کے اثر سے اس رجحان کو روکنے کے لیے سیاسی وحکومتی دباؤ اور ذرائع ابلاغ کا اثر استعمال کیا جانے لگا اور نوبت بعض ملکوں میں یہاں تک پہنچی کہ نمازوں کی باجماعت پابندی اور داڑھی رکھنے کا عمل بھی شک کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور عورت کا سر کو رومال سے ڈھکنا قابل سزا جرم سمجھا جانے لگا، غیر مسلمان ملکوں میں فرانس اور مسلمان ملکوں میں ترکی میں خاص طور پر اسی پر عمل کیا جارہا ہے۔

متعدد ملکوں میں اسلامی تعلیمات کا ذکر کرنا اور ان پر عمل کی دعوت دینا رجعت اور دہشت گردی کی علامت قرار دیا جاتا ہے، اور وقتاً فوقتاً اس جرم میں پکڑ دھکڑ بھی ہونے لگی ہے، چنانچہ متعدد ملکوں میں ہزاروں ہزار افراد اس پریشانی میں مبتلا ہیں۔

اس سب کے نتیجہ میں اس صدی کی دوسری چوتھائی میں ہی یہ صورت حال بن گئی .... کہ اس صدی کو اسلامی صدی قرار دینا محل نظر معلوم ہونے لگا ہے۔ ﴿بقیہ صفحہ ۷ پر﴾

وصایا مفکر اسلام

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی استاد مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور، رائے بریلی

ساکنین حرم وزائرین بیت اللہ کووصیتیں:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سفر حجاز ۱۴۰۸ھ میں ساکنین حرم وزائرین بیت اللہ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعائی وصیت یاددلا کر مکہ معظّمہ کی زبان میں اہم پیغام دیا جو یہاں درج کیا جارہا ہے:"وَإِذقَالَ إِبْرَاهِيمُ رِبِّ اجعَلُ هٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَّاجنُبنِیُ وَبَنِیَّ أَنُ نَعبُدَالأَصْنَامَ" (سورۃ ابراھیم ۳۵)

ترجمہ: اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ میرے پروردگار اس شہر کو (لوگوں کے لیے) امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظّمہ کا دائمی پیغام، نشان اور شعار اور اس کی دعوت چار اجزاء پر مشتمل ہے۔

۱- توحید خالص کی دعوت جو" وَاجنُبنِی وَبَنِیَّ أَنُ نَعبُدَالأَصنَامَ الی قولہ تعالی وَمَنُ عَصَانِیُ فَإِنَّکَ غَفُورُالرَّحِیم" سے عیاں ہے، شرک وبت پرستی کے اس عالمگیر دور ظلمت میں جس میں توحید کی جھلک بھی نظر نہیں آتی تھی، صدیوں کے بعد یہ پہلی انقلاب انگیز، وزلزلہ خیز صدا تھی، جو اس مقام اور بانی بیت الحرام کی زبان مبارک سے بلند ہوئی۔

۲- دوسرے عبادت دائمی اور اقامت صلوۃ کی وہ لافانی وصیت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہہ کر ساکن حرم اور اپنی اولاد کو دی :"رَبَّنَا إِنِّیُ أَسکَنتُ مِنُ ذُرِّیَتِیُ بِوَادٍ غَیرِ ذِیُ زَرُعٍ عِندَ بَیتِكَ الُمُحَرَّمُ رَبَّنَا لِیُقِیمُوا الصَّلٰوۃَ "(سورۃ ابراھیم ۳۷)

ترجمہ: اے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان مکہ میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لابسائی ہے، اے پروردگار تا کہ یہ نماز پڑھیں۔

خود اس مقام کا انتخاب جو زراعت وتجارت اور تمدن وترقی کے بنیادی ولابدی اسباب سے خالی ہے "بواد غیر ذی زرع" اس شعور وعزم کو تازہ کرنے والا ہے کہ دنیا کے سرسبز وشاداب اور متمدن وترقی یافتہ شہروں اور تجارت وزراعت کے مرکزوں کو چھوڑ کر (جہاں سے حضرت ابراہیم کا اس سفر ہدایت میں گزرنا ہوا تھا) اس جگہ کا انتخاب کیوں کیا گیا اور اس کو بیت اللہ کی تعمیر اور آل ابراہیم (معنوی وجسمانی دونوں طور پر) کی سکونت وقیام کے لیے کیوں ترجیح کی گئی؟

۳- تیسرے اسباب کے بجائے خالق ارباب اور رب الارباب پر توکل کی تلقین وہدایت ہے، جو ان کی اس دعا سے مفہوم ہوتی ہے:
"فَاجعَلُ أَفئِدَۃَ مِنُ النَّاسِ تَهوِی إِلَیهِمُ وَارُزُقُهُمُ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمُ یَشکُرُونَ"(سورۃ ابراھیم ۳۷)

ترجمہ: تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں، اور ان کو میووں سے روزی دے تا کہ (تیرا) شکر کریں۔

اور جو انہوں نے خود آتش نمرود میں مومنانہ ومتوکلانہ طریقہ پر داخل ہوجانے کے عمل سے ثابت کردیا کہ آگ، عناصر اربعہ اور فطری وتکوینی طاقتیں مامور ہیں آمر نہیں، ان کو خود اپنا خاصہ ظاہر کرنے اور اپنا عمل کرنے کا اختیار نہیں، چنانچہ وہ آگ ان کے حق میں بردوسلامتی بن گئی۔
"قُلنَایَانَارُکُونِیُ بَرداًوَّسَلَاماًعَلٰی إِبْرَاهِیمِ "(سورۃ الانبیاء ۶۹)

ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ اے آگ سرد ہوجا اور ابراہیم پر (موجب)

سلامتی بن جا۔

اہل مکہ اور ساکنان حرم کو ان تینوں خصوصیتوں کو اپنے سینے سے لگائے رکھنا اور اپنا دائمی شعار بنانا ضروری اور مطلوب ہے، اس لیے کہ اس شہر کو "البلد الأمین" کہا گیا ہے، اس کی خصوصیات، اس کا مزاج، اس کی فطرت زمانہ کے ہزاروں انقلابات، حکومتوں کے عروج وزوال تمدن وترقی کے تنوعات واختلافات کے ساتھ یہی رہنا چاہئے، پھر میں نے تاریخ کی روشنی میں اور محققین ومستشرقین کے حوالہ سے بتایا، نیز حدیث صحیح کی سند سے بھی جس میں کہا گیا ہے کہ اس شہر وملک میں بت پرستی لانے والا عمرو بن لحی تھا، جو عرب کے باہر سے بت پرستی لے کر آیا، اور اس نے اس کو رواج دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹتا ہوا چل رہا ہے، محققین اور فضلائے مغرب کی بھی تحقیق یہی ہے کہ مکہ اور طائف کے مشہور بت، ہبل، لات، مناۃ اور عزیٰ اردن کے شہر ''پترا'' (Petra) اور عراق واردن سے درآمد (Import) کئے گئے، یہ اس سرزمین بلدامین کی چیز نہیں تھی اور فتح مکہ میں بیت اللہ اور حرم کے ان بتوں سے خالی کردئے جانے اور مکہ وطائف کو بتوں سے پاک کئے جانے کے بعد پھر یہ سرزمین اساس ابراہیمی پر آگئی اور حدیث میں بشارت آگئی کہ آئندہ بھی یہ سرزمین عرب کھلی ہوئی بت پرستی سے پاک رہے گی "ألا انّ الشیطان قد أئس أن یعبد فی بلدکم هذا أبداً" اس سرزمین کے بلدامین ہونے کی صفت اور دعوت ابراہیمی کے علمبردار اور داعی ومبلغ ہونے کی خصوصیت ہمیشہ باقی رکھنی چاہئے کہ یہی اس سرزمین کا شرف اور یہاں کے رہنے والوں کا امتیاز اور فخر ہے۔ (کاروان زندگی حصہ سوم صفحہ ۲۹۵/تا ۲۹۸)

﴿بقیہ صفحہ ۵/کا﴾ اس صدی سے قبل غیر ملکوں میں بھی اسلامی طور وطریق کو نشانہ بنا کر کارروائی نہیں ہوئی تھی اور اب غیر مسلم ملک تو بڑی چیز ہے بعض اسلامی ملکوں میں بھی اسلام کی کھل کر وکالت قابل مواخذہ جرم سمجھا جانے لگا۔

لیکن اس سب کے باوجود خوش آئند بات یہ ہے کہ پہلے اسلامی حمیت اور دین کا شوق صرف بڑی عمر کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا اور نوجوان نسل اپنے کو اس سے الگ رکھتی تھی اور اپنی عمر کے تقاضہ کے مطابق ہی دلچسپی رکھتی تھی، اب یہ ایک بات نئی پیدا ہوئی ہے کہ اسلام اور اسلامیت کی حمیت نوجوان نسل کے لوگوں میں بھی خاصی نظر آرہی ہے بلکہ ان کی عمر کے تقاضہ کے مطابق جوش وہمت اور قربانی کے جذبات کے ساتھ ان میں یہ رجحان بڑھ رہا ہے، اس لیے جہاں جہاں اسلامیت کو دبانے اور روکنے کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہاں ایک مقابلہ اور ٹکراؤ کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جو کہ زندگی کا ایک فطری عمل ہے اور زندگی کی باعزت بقا کے لیے اور حق بات کو اس کا حق دلانے کے لیے ضروری ہے۔

اسلام کے آغاز کی تاریخ دیکھی جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس کی دعوت وحمایت کے لیے جذبہ وہمت وقربانی میں نوجوانوں کا عنصر پیش پیش تھا اور ایسے معاملات میں اسلام کا طریقہ ہر مذہب اور ہر دعوت سے مختلف رہا ہے، رسول اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے داعیوں کو یہ سکھایا ہے کہ اپنی بات زور دستی اور جبر سے نہیں بلکہ ہمدردی، خیر خواہی اور محبت سے پیش کریں اور اس راہ میں اگر ان کے ساتھ سختی ہو تو اس کو آخرت میں حصول اجر کی خاطر گوارہ کریں اور انصاف وحق پرستی کے ساتھ سختی کا مقابلہ کریں۔

یہی وجہ ہے کہ ان ساری کوششوں کے باوجود جو اسلامی رجحان اور مقام کو دبانے اور کچلنے کے لیے دنیا کے مختلف خطوں میں کی جارہی ہیں اسلام کی دعوت پھیل رہی ہے اور لوگ اس کو سمجھنا چاہتے ہیں اور اس کو جستہ جستہ قبول بھی کرتے ہیں، یہ بہت خوش آئند بات ہے؛ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ سمجھنے کی بھی بات ہے کہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں تکلیف اٹھانا اور تکلیف کے باوجود حق کا پیغام صبر ورضا کے ساتھ پہنچانا اسلام کی قوت وترقی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

اسلام کو اس سے ہمیشہ ترقی ہوئی ہے اور آئندہ بھی اسی کا اندازہ اور توقع ہے اور کچھ مستبعد نہیں ہے کہ یہ صدی اسلامی صدی کہلائے۔

//////☆☆☆☆☆☆//////

تجزیہ

اگراب بھی نہ جاگے تو..........

صدام کا قتل عالم اسلام کے لیے درس عبرت

محمد ارشد فیضی

ان دنوں پورا عالم اسلام ایک عجیب سی کشمکش اور بے چینی میں مبتلا ہے اور چند روز قبل صدام حسین کے قتل نے ان کو ایک ایسی فکر اور ایسے احساس میں گرفتار کردیا ہے، جس سے وہ اب تک خالی نظر آتے تھے، یہ الگ بات ہے کہ بعض اسلامی ممالک ایسے بھی ہیں جو صدام کی جابرانہ حکمت عملی کے سبب اب بھی اس سے نالاں نظر آتے ہیں اوران کے ذہنوں پرصدام کے قتل کا کوئی اثر نہیں ہے بلکہ یہی وجہ ہے کہ وہ صدام کے قتل کو عدالتی انصاف کا اہم ثبوت قرار دے رہے ہیں، کیوں کہ وہ بھی صدام کو مجرم قرار دے کر انصاف کے کٹہرے پر کھڑا دیکھنا چاہتے تھے تاہم اتنا ضرور ہے کہ صدام کے قتل سے عرب دنیا میں جواحساس پیدا ہوا ہے، وہی احساس ان کو غفلت سے بیدار کرنے میں نمایاں کردار ادا کرے گا، چونکہ صدام حسین کی پھانسی کے بعد عرب ممالک کی طرف سے اجتماعی طور پر جس اقدام کا فیصلہ کیا گیا ہے اورانہوں نے آپسی اتحاد واتفاق کے ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں کو جس طرح کی حکمت علمی طے کرنے کا یقین دلایا ہے اس سے یہ اندازہ لگتا ہے کہ شاید صدام کا خون رائیگاں نہیں جائیگا اور امریکہ کو اس جرم کے لیے ایسی سزا ملے گی جو دنیا کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہوگی، چونکہ خدائی قانون میں ہر جرم کی سزا مسلم امر ہے اور تاریخی حقائق بتلاتے ہیں کہ جب بھی کسی ظالم وجابر نے سر اٹھایا تو خدائی قدرت نے اس کے سر کو کچل دیا، اس لیے ہمیں یقین ہے کہ صدام کو قتل کر کے امریکہ نے جس ظلم کا کھلا مظاہرہ کیا ہے اس کی سزا اسے بہت جلد ملے گی اوراس کا غرور بہت جلد خاک میں مل جائیگا۔

اس حقیقت سے سبھی واقف ہیں کہ عروج کے بعد زوال اور ارتقا کے بعد تنزل کے جاں گسل راستے سے بڑی بڑی حکومتوں کو گذرنا پڑا ہے، کتنے کانوں اور آنکھوں نے ظلم کے ایسے عظیم محلات کو زمین بوس ہوتے ہوئے دیکھا اور سنا ہے، جن کے زوال کا تصور بھی ناممکن اور محال سمجھا جاتا تھا، آخر کس دانشمند کو یقین تھا کہ روم کے قیصر کا تخت وتاج صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرف مٹ جائے گا، اس کے رقص وسرور کی محفلوں سے رونق چھن جائے گی، یا اسکندر اعظم کی عظیم شہنشاہیت کا قصر چور چور ہوجائے گا،لیکن زمین کے سینے پر رونما ہونے والی اس لرزہ خیز اور حیرت ناک تبدیلی سے ہر متنفس واقف ہے، ایران کے بادشاہ کے اقتدار اور مکمل بالادستی کے احساس کو یکسر ماند پڑتے اوراس کے تار وپود کو بکھرتے ہوئے اسی دنیا نے دیکھا ہے اور پھر فرعون ونمرود اور قارون وشداد کی حشر سامانیوں سے کون واقف نہیں، یہ تمام عبرت ناک اور سبق آموز واقعات اسی سرزمین پر اوراسی آسمان کے نیچے رونما ہوئے ہیں اوران کے ٹوٹنے اور بکھرنے کے افسانے آج بھی سنے اور سنائے جارہے ہیں اس لیے دنیا کو یہ مان لینا چاہئے کہ اگر امریکہ مطلق العنانی کی راہ پر چل کر یوں ہی دہشت گردی اور ناانصافی کی تاریخ رقم کرتا رہا تو کوئی بھی ابھرنے والی طاقت اس کے ارادوں کو ثبوتاژ کرسکتی ہے۔

یہ سبھی جانتے ہیں کہ ۳۰؍ دسمبر کو علی الصباح صدام حسین کو ظالم وجابر حکمرانوں کے اشاروں پر ناچنے والے کارندوں کے ہاتھوں موت کی نیند سلا دیا گیا اس سے نہ صرف عرب تاریخ کا ایک سنہرا باب ختم

ہوگیا، بلکہ امریکہ کے اس ظلم وجبر نے ایک طویل عرصہ تک دنیا کو اپنے وقار کا احساس دلانے اور آخری دم تک امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والے جوانمرد کو راتوں رات عرب دنیا کا ایسا ہیرو بنا دیا جنھیں وہ جمال عبدالناصر اور مرحوم یاسر عرفات کی طرح کبھی فراموش نہیں کرسکتی، بلکہ ان کی قربانیاں اور اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف ان کا کھلا موقف ہمیشہ ان کی موجودگی کا احساس دلاتا رہے گا، سردست صدام حسین کے قتل کے اثرات اسلامی دنیا کو کس قدر متأثر کرسکیں گے اور ان کے قتل کا انتقام لینے کے لیے عرب دنیا کی جانب سے کیا اقدامات کیئے جائینگے یہ ابھی دیکھا جانا باقی ہے۔

صدام حسین کے قتل پر دنیا والوں کو اس لیے حیرت نہیں ہوئی چونکہ ان کے قتل کا یقین انہیں اسی وقت آگیا تھا جب وہ ایک مجرم بنا کر امریکہ کے سامنے پیش کئے گئے تھے، مگر اس وقت سوال صرف یہ تھا کہ آخر امریکہ صدام سے اپنی عناد کا انتقام کس بنیاد پر لیتا اور اس کے پاس اس کا کیا جواز تھا کہ وہ صدام کے خلاف کوئی عملی اقدام کرے، چنانچہ اس نے اسی کو جائز ٹھہرانے کے لیے صدام پر کئی الزامات کے ذریعہ اسے اپنے اشاروں پر بنائے گئے ایک ایسی عدالت کے سامنے کھڑے ہونے پر مجبور کردیا جس سے کسی بھی انصاف کی امید کرنا عقل کا فتور ہی سمجھا جاسکتا تھا، چونکہ عدالت اور ان پر چلائے جانے والے مقدمے اور ان کی موت سے قبل تک کیئے جانے والے فیصلے دنیا کی نظر میں کسی ڈھونگ سے کم نہ تھے، یہی وجہ تھی کہ عراق میں امریکہ کے حکم پر بنائے گئے فرضی عدالت کے اندر صدام پر چل رہے مقدمات کے تعلق سے کیا جانے والا کوئی بھی فیصلہ انصاف کے بین الاقوامی اصول پر کھرا نہیں اترتا تھا، چونکہ ان کی سماعت اور فیصلہ درآمد کے لیے جن ججوں اور وکلا کا انتخاب کیا گیا تھا ان کا تعلق نہ صرف شیعہ اور کرد طبقہ سے تھا، بلکہ وہ صدام دشمنی کے لیے پہلے سے ہی مشہور تھے اور وہ موقع ملتے ہی صدام سے اپنی دشمنی کا انتقام لے لینا چاہتے تھے، تو بھلا ایسی صورت میں کیا کچھ امید کی جاسکتی تھی کہ صدام کو انصاف مل سکے گا اور پھر اس عارضی عدالت کی متعصّبانہ ذہنیت کے ثبوت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی تھی کہ مقدمات کی سماعت کے ابتدائی عرصہ میں ہی وہ تمام وکلا آخری نیند سلا دیئے گئے، جو انصاف کی زبان استعمال کرنے کی عادی تھے۔

صدام کو جس جرم کے لیے پھانسی کے پھندے پر چڑھایا گیا وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے قتل کی سازش کرنے کے الزام میں ۱۴۰ ر شیعوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، اگرچہ اس کے علاوہ بھی اس پر کئی ایسے الزامات تھے جن کو بنیاد بنا کر ان کے خلاف عدالتی کارروائی کی جاسکتی تھی، مگر ان تمام حقائق کے باوجود صرف اسی ایک جرم کا سہارا لے کر جس عجلت کے ساتھ صدام کے قتل کا فیصلہ کرکے اسے عملی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا اسے کوئی بھی انصاف پسند شخص درست قرار نہیں دے سکتا، یہ اور بات ہے کہ صدام کے خلاف چل رہے دوسرے مقدمات کا بھی ایک نہ ایک دن وہی نتیجہ نکلنا تھا جس کا منظر دنیا نے دیکھا چونکہ امریکہ کی جانب سے ان تمام تر اقدامات کا مقصد محض صدام سے انتقام لینا تھا، مگر ان تمام باتوں سے بے خبر ہو کر امریکہ نے جلد بازی کا جو مظاہرہ کیا اس سے دنیا کے سامنے نہ صرف کئی اہم سوال کھڑے ہوگئے؛ بلکہ اس سے عالمی قوانین کی بھی خلاف ورزی ہوئی، حالانکہ اگر تاریخ کو الٹ کر دیکھا جائے تو اپنے قتل کے الزام میں شیعوں کا قتل کرانا کوئی اتنا بڑا جرم نہیں تھا کہ اس کی پاداش میں صدام کو پھانسی کے پھندے پر چڑھایا جاتا، یا ایسا قدم اٹھایا جاتا جو دنیا کی نظر میں ناپسند ہو، چونکہ ماضی میں اس قسم کے جرم کے لیے اس طرح کی سزا کا کوئی ثبوت باوجود بسیار جستجو کے نہیں ملتا، جب کہ دوسری طرف ایسے بے شمار واقعات تاریخ کا حصہ بنے ہوئے ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ سیاسی رہنماؤں کے قتل کے الزام میں سینکڑوں افراد موت کی نیند سلا دیئے گئے مگر اس کے ردعمل کے طور پر کسی رہنما کو کوئی سزا نہیں دی گئی، کیا دنیا کو معلوم نہیں کہ استالین کے قتل کے شبہ کے بعد کتنے یہودی ڈاکٹروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا، اسی طرح انڈونیشیا کے صدر سکارنو کے قتل کی کوشش کے بعد ہزاروں چینیوں کو سزائے موت دیدی گئی تھی اور اندرا گاندھی کے قتل کے بعد سینکڑوں سکھوں کے مارے

جانے والا واقعہ تو اتنا مشہور ہے کہ اسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی، غرض یہ کی بڑے رہنماؤں کے قتل یا قتل کی سازش رچی جانے پر یہ سب کچھ ہوتا رہا ہے اور شاید آگے بھی ہوتا رہے گا اور اگر آج ہی بش کو معلوم ہوجائے کہ ۱۴۰ نہیں بلکہ ایک ہزار امریکی ان کی جان کے درپے ہیں تو کیا بش ان ایک ہزار کو بغیر حساب وکتاب کے زندہ نہ جلوادے گا، ابھی عراق میں نوری مالکی کے خلاف یہ سازش ہوتو کیا وہ پورے عراق کو تہس نہس نہیں کردے گا، مگر ان تمام تاریخی حقائق پر پردہ ڈال کر صدام کے خلاف جو قدم اٹھایا گیا، اسے امریکہ کا صدام سے اپنے عناد کا بدلہ لینے کا بھونڈے طرز عمل کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا اور اگر دنیا یہ نہیں کہہ سکتی تو بھلا انہیں اس حقیقت کے اظہار سے کون روک سکتا ہے کہ دراصل امریکہ برسوں سے عراق میں چل رہی مزاحمت سے اس قدر تنگ آچکا تھا کہ اب وہ وہاں سے راہ فرار اختیار کرنے کی صورت تلاش کررہا تھا اور ظاہر ہے کہ جب تک صدام اس دنیا میں زندہ رہتا اسے عراق چھوڑنے کا کوئی بہانہ ہاتھ نہ آتا، چونکہ عراق میں جو بھی تباہی مچائی گئی تھی وہ صرف صدام حسین کو پکڑنے کے لیے تھی، اس لیے امریکہ نے یہ سارا بناوٹی کھیل کھیلا تاکہ اس کا مقصد پورا ہوسکے، مگر شاید اسے یہ احساس نہیں کہ عراق کی سرزمین امریکی فوج کے لیے ایک ایسا دلدل بن گئی ہے جہاں سے نکل پانا ان کے لیے کوئی آسان نہیں ہوگا، چونکہ دنیا کو یہ بھی یقین ہے کہ آنے والے ایام میں مردہ صدام امریکہ کے لیے زندہ صدام سے بڑا چیلنج بن جائے گا اور اس کے حامی نوجوان اپنے صدر کے خون کے ایک ایک قطرے کا جب تک حساب نہیں لے لیتے امریکہ کا پیچھا چھوڑنا ناممکن ہے۔

صدام کا ماضی کیا تھا اور اس نے اپنے دور صدارت میں تانا شاہی کے کیسے کیسے نمونے پیش کئے اور کتنے عراقیوں کا خون بہایا ان سب پر ابھی بحث جاری ہے اور اندازہ یہ ہے کہ ابھی کافی دیر تک نہ صرف بحث ہوتی رہے گی؛ بلکہ اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کا سلسلہ بھی جاری رہے گا، تاہم یہ مسلم حقیقت ہے کہ دنیا کے ہر ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملتی رہی ہے، ممکن ہے کہ صدام کا قتل بھی اسکے ظلم کی ہی سزا ہو، جو اس کے گناہ کا کفارہ بن کر خدا کے نزدیک اسکی سرخروئی کا ذریعہ بنے گی، چنانچہ اس بات سے قطع نظر کہ صدام کے ساتھ آخرت میں اللہ کا کیا معاملہ ہوگا ہمیں یہ امید رکھنی چاہئے کہ انہوں نے اپنی عمر کے آخری لمحات میں جو نیکیاں کیں اور جس طرح اللہ سے لولگائے رکھا اس سے ان کی مغفرت کے راستے کھل جائیں گے، اس لیے ان سب باتوں پر کوئی تبصرہ کئے بغیر امریکہ سے یہ سوال تو بہرحال کیا ہی جاسکتا ہے کہ اگر شیعوں کا قتل اتنا ہی بڑا جرم تھا تو پھر ۱۹۸۲ء کے بعد دس سال تک صدام کے ہاتھ میں لگا خون امریکہ کو نظر کیوں نہیں آیا اور وہ صدام کے اتنے بڑے جرم پر سیاہ چادر تان کر اسے اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے ایران کے خلاف اوپر کیوں اٹھاتا رہا اور اس کی جانب سے اسلحہ یکجا کرنے کے تعلق سے صدام کی حمایت کیوں کی جاتی رہی اور پھر اچانک وہی شخص جسے امریکہ اپنی آنکھوں کا تارا سمجھا کرتا تھا اسے وہ اپنی آنکھوں کا تنکا کیوں تصور کرنے لگا، ظاہر ہے کہ امریکہ نے ایک عرصہ تک ان تمام چیزوں سے اس لیے نظر ہٹالی تھی کہ وہ ابتدائی ایام سے ہی صدام کے ان تمام اقدامات کو ان کے ملک کا ایسا اندرونی معاملہ تصور کرتا رہا جس پر اسے یا کسی اور کو بولنے کی کوئی اجازت نہ تھی، اگر یہی بات تھی اور بظاہر اس کے خلاف کوئی اور بات نظر بھی نہیں آتی تو پھر آخر صدام کے امریکہ مخالف بیانات واقدامات اور صدام کی طرف سے امریکہ کو دیئے جانے والے کھلے چیلنج کے بعد دنیا کے کس قانون نے اسے یہ حق دیدیا کہ وہ صدام کو کسی ناقابل سزا جرم کے لیے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرکے اپنے قلبی سکون کا سامان فراہم کرے۔

اور اگر عالمی قوانین میں انسانوں کا ناجائز قتل اتنا ہی سنگین جرم ہے، تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے سب سے پہلے امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کے نمائندوں کو سزا ملنی چاہئے جن کے ہاتھ لاکھوں بے گناہوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اور جن کی پیشانیوں پر انسانیت کے قتل کا ایسا بدنما داغ ہے جسے کسی بھی طرح سے دھویا نہیں جاسکتا، نائن الیون کے بعد چند بے بنیاد الزامات کے تحت عراق وافغانستان میں

انسانیت کے قتل کا جو کھیل کھیلا گیا اور ظلم و بربریت کی جو تاریخ رقم کی گئی اسے کون بھلا سکتا ہے، اس پانچ سالہ مدت کے دوران لاکھوں مسلمان بوڑھوں، جوانوں اور معصوم بچوں کو قتل کیا گیا، کروڑوں معصوم بچے یتیم بنا دیئے گئے ، انسانوں کے خلاف ہر قسم کے خطرناک اسلحے کا آزادانہ استعمال کرتے ہوئے اسے نہ صرف اپنا حق قرار دیا گیا، بلکہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو بھی کھلی دھمکیاں دی گئیں یہی وجہ ہے کہ آج بھی کوفہ و نجف کی گلیاں، موصل اور کربلا کے ریگزار، بغداد و کابل اور قندھار کے بازار و پہاڑ خون مسلم سے رنگین نظر آ رہے ہیں، مگر دنیا ہے کہ خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے، سوال یہ ہے کہ امریکہ کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت کون کرے؟ یہاں تو یہ عالم ہے کہ اسلامی دنیا میں امریکہ سے یہ سوال بھی پوچھنے والا کوئی نظر نہیں آتا کہ عراق وافغانستان کے اندر جو لاکھوں نوجوان، معصوم بچے اور عورتیں ماری گئیں ان کا کیا جرم تھا اور اگر ان کا کوئی بھی جرم نہیں تھا تو پھر ان کے قاتلین کو کس قسم کی سزا کے لیے تیار رہنا چاہئے۔

اگر امریکہ کو یہی شوق تھا کہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والے صدام حسین جیسے مرد مجاہد کو مجرم بنا کر عدالت کے سامنے کھڑا کرے، تو اس کے لیے ایک ہی موقع تھا کہ وہ صدام پر مہلک ہتھیار رکھنے کے جرم میں مقدمہ چلاتا، مگر وہ اسے اس لیے مقدمہ کا موضوع نہ بنا سکا چونکہ دنیا کے ساتھ ساتھ بذات خود اسے بھی حتمی طور پر معلوم تھا کہ عراق میں ایسے مہلک ہتھیار نہیں جن کو بہانہ بنا کر صدام سے اپنی عداوت کا انتقام لیا جا سکے، تاہم اتنا ضرور رہا کہ امریکہ کو اسی بہانے عراق میں داخل ہونے کی راہ مل گئی اور وہ ایک عرصہ تک بناوٹی ڈرامہ رچ کر وہاں انسانیت کا قتل کرتا رہا، مگر یکے بعد دیگرے جب وہ تمام حقائق کھل کر سامنے آنے لگے جن سے امریکہ پہلے ہی سے واقف تھا تو پھر اس نے مقدمہ کے رخ کو شیعوں کے قتل کی طرف موڑ کر اس سلسلہ میں ایسا گھناؤنا کھیل کھیلا کہ جس سے پوری انسانیت شرمندہ ہوگئی اور اسی سے ملتے جلتے دوسرے مقدمات مثلاً کردوں کے قتل کو امریکہ نے اس لیے نظر انداز کر دیا کہ کسی نہ کسی حد تک اس جرم میں وہ خود بھی شریک تھا، ظاہر ہے کہ جس جرم میں وہ خود شریک ہوا سے وہ دنیا کے سامنے کیونکر لا سکتا تھا۔

اس سچائی سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ صدام کے خلاف جو بھی کارروائی کی گئی اس میں جہاں امریکہ کی متعصّبانہ اور جابرانہ حکمت عملی کا دخل رہا وہیں ان تمام کارروائیوں میں ذرائع ابلاغ نے بھی نمایاں رول ادا کیا اور حقائق بتلاتے ہیں کہ امریکہ کو یہ تمام کھیل کھیلنے کا صرف اس لیے موقع مل گیا کہ اس کے اشاروں پر کام کرنے والے ذرائع ابلاغ نے ان کی زندگی کے صرف اسی ایک پہلو کو ہی دنیا کے سامنے لانے میں اپنی پوری کوشش صرف کی جس سے اس کا خونی چہرہ سامنے آتا تھا اور اس کی زندگی کے اس پہلو کو قطعاً نظر انداز کر دیا، جس نے ان کو عرب دنیا کا ناقابل فراموش لیڈر بنا دیا تھا، ذرائع ابلاغ نے دنیا کے سامنے اس حقیقت کو تو ضرور پیش کیا کہ صدام نے اپنے قتل کے الزام میں شیعوں کو قتل کروایا تھا، مگر اس سچائی کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا گیا کہ ان کے سپہ سالاروں میں سنیوں کے ساتھ شیعوں اور کردوں کی بھی خاصی تعداد تھی جن پر صدام اعتماد کیا کرتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ اگر ذرائع ابلاغ نے ان کی زندگی کے ان دونوں پہلوؤں کو منصفانہ طریقے سے نمایاں کرنے کی کوشش کی ہوتی تو پھر دنیا وہ خونی منظر نہ دیکھ سکتی جس نے آج اپنے ہی گھر میں خود کو بے گانہ بنا دیا ہے، یہ سچ ہے کہ صدام نے اپنے دور میں ایسی کئی سیاسی غلطیاں بھی کیں جن کو فراموش کر پانا آسان نہیں ہوگا، مگر سیاسی لوگ اس سچائی سے انکار نہیں کر سکتے کہ صدام کی ان تمام غلطیوں میں جہاں ان کے ذاتی اغراض پوشیدہ تھے وہیں کچھ سیاسی مصالح بھی تھے جن کے تحت اس طرح کے اقدامات لازمی ہوا کرتے ہیں۔

اب صدام تو اس دنیا میں نہیں رہے مگر سچ یہ ہے کہ اس نے جس شان سے زندگی گزاری اور اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک جس جرأت کے ساتھ امریکہ سے پنجہ آزمائی کرتا رہا اور عام خیالات کے برخلاف اس نے جس پروقار طریقے سے بڑھاپے کی حالت میں بلاخوف پھانسی کے پھندے کو

اپنی گردن میں لگالیا اس کے لیے نہ صرف ان کو یاد رکھا جائے گا؛ بلکہ امت مسلمہ قیامت تک انہیں داد تحسین دیتی رہے گی اور مؤرخین باوجود متعصّبانہ ذہنیت رکھنے کے ان کو ایک مرد مجاہد اور پھر اخیر میں شہید کے علاوہ کچھ نہیں لکھ سکتے، چونکہ اس سلسلے میں ان کا جو کردار رہا اس کی نظیر تاریخ میں ناپید ہے، یہ ضرور ہے کہ صدام کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا کر امریکہ نے صدام سے اپنی دشمنی کا انتقام لے لیا، مگر دنیا کو یقین ہے کہ صدام کا عفریت طویل عرصہ تک بش اینڈ کمپنی کا پیچھا کرتا رہے گا اور صدام کے حامی افراد امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کے لیے کھلا چیلنج بنے رہیں گے اور صدام کے آخری ایام کا یہ جملہ ان سب کے اندر اسلام کے لیے مر مٹنے کا حوصلہ اور جذبہ پیدا کرے گا کہ ''ساری زندگی کافروں سے لڑتے ہوئے گزاری، مجاہد کی طرح زندہ رہا اور اب شہادت کا مرتبہ حاصل کر کے اپنے رب کے حضور سرخ رو ہونا چاہتا ہوں''۔

چونکہ امریکہ نے صدام کو پھانسی دے کر ایک بڑی تعداد کے سینوں میں اپنی نفرت کا جو لاوا بھر دیا ہے وہ کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے، آخر امت مسلمہ اس درد کو کیسے بھول سکے گی کہ عرب ممالک کے وقار کی علامت سمجھے جانے والے صدام کو عالمی قوانین کے برخلاف عین اس وقت سزا دی گئی جب پورا عالم عرب عیدالاضحیٰ کی تیاریوں میں مصروف تھا، حالانکہ یہ کام کسی اور دن بھی عمل میں لایا جا سکتا تھا، مگر ظاہر ہے کہ امریکہ نے اس دن کا انتخاب اس لیے کیا تاکہ وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو یہ بتلا سکے کہ ہم جب اور جس طرح کا قدم اٹھانا چاہیں اس کا ہمیں حق حاصل ہے، ہمارے خلاف کوئی بھی زبان نہیں کھل سکتی اب مسلمان امریکہ کے اس کھلے چیلنج کا کس طرح جواب دیں گے یہ ابھی دیکھا جانا باقی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکہ نے اسی وقت سے اسلام مخالف سرگرمیاں شروع کر دی تھی اور اپنے مفاد کے خلاف کھلنے والی زبانوں پر تالا لگانے کا اسی وقت سے عزم کر لیا تھا جب وہ سویت یونین کی تحلیل کے بعد پہلی دفعہ سپر پاور اور اسلام دشمن ملک کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آیا تھا، چونکہ اس وقت ایسی کوئی طاقت موجود نہیں تھی جو امریکہ کے بڑھتے قدم کے لیے چیلنج بن سکے، اس لیے اسے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ہر وہ طریقے اپنانے کے مواقع ہاتھ لگ گئے، جو اس کی نظر میں بہتر مگر دنیا کی نظر میں ناپسند تھے، اس لیے اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے جب اس نے اپنی جابرانہ حکمت عملی کا آغاز کیا تو ایسے متعدد اسلامی ممالک اول مرحلے میں اس کی گرفت میں آ گئے، جو اپنے دینی اور اقتصادی نقطہ نظر سے عالم اسلام میں نمایاں مقام رکھتے تھے، ان میں سے خاص طور پر عراق و افغانستان کو امریکہ کے ظلم و بربریت کا عبرت ناک طور سے شکار ہونا پڑا اور ان دونوں ممالک میں اس نے ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ ان مظالم نے دنیا کی دو سپر پاور ایمپائر قیصر و کسری کو بھی مات دیدی اور ان کے کارروائیوں سے نہ صرف ہلاکو و چنگیز خاں شرما گئے بلکہ تاتاری اور ہٹلر کی بربریت بھی ماند پڑ گئی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج وہاں کے بچے اور بوڑھے ہر لمحہ اپنی موت سے زندگی کی بھیک مانگ رہے ہیں اور حالیہ جنگ کی ہولنا کی کے سبب دور دور تک پھیلے اندھیروں میں انہیں یہ معلوم نہیں ہو پا رہا ہے، کہ ان کا مستقبل کیا ہے، ان دونوں ممالک کے ساتھ لیبیا، شمالی کوریا، سوڈان اور ایران جیسے اہم اسلامی ملکوں کو بھی کسی نہ کسی بہانے اس سپر پاور کی طرف سے ہمیشہ تند و تلخ لب و لہجے کا سامنا رہتا ہے، پاکستان جو ابتک اپنی سیاسی سوج بوجھ کی کمی یا اپنی چند بنیادی مجبوریوں کے باعث اسے اپنا قریبی دوست تصور کرتا رہا ہے، اس کے ساتھ بھی امریکہ کا معاملہ کسی دوست یا حلیف کا نہیں ہے؛ بلکہ امریکہ اس کے خلاف بھی عملی اقدام کے لیے وقت کا انتظار کر رہا ہے۔

غرضیکہ عالم اسلام اور مسلم حکمرانوں کے تعلق سے امریکہ کے جو نظریات ہیں اور وہ جس قسم کے اقدامات کے لیے پر تول رہا ہے، وہ حد درجہ افسوس ناک ہی نہیں عالم اسلام کے لیے کھلا چیلنج بھی ہے، لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ امریکہ کے ارادوں کی سچائی جاننے کے باوجود عرب حکمراں ان حالات سے اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں اور وہ امریکہ کے چیلنجوں کا ایک ساتھ جواب دینے کے بجائے آپسی ٹکراؤ وانتشار میں اپنی سالمیت کا سامان تلاش کر رہے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کے اس طرز عمل کو ان کی طفلانہ حکمت عملی کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا، چونکہ آج

ان کی آپسی رنجشوں کا ہی نتیجہ ہے کہ دن بدن ان پر مغربی تسلط مضبوط سے مضبوط تر ہوجاتا رہا ہے اور امریکہ ان کو اپنے مفاد میں جس طرح بھی چاہتا ہے استعمال کرلیتا ہے۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ عرب حکمراں ہوش کا ناخن لیں اور عرب ممالک ایسے اقدامات کے لیے خود کو تیار کرلیں جو ان کے لیے خوش آئند ثابت ہوں اور یہ اقدامات آنے والے ایام میں امریکہ سے صدام کے قتل کا انتقام بن سکیں۔

ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اسلامی ممالک کے تعلق سے امریکہ جس طرح کی حکمت عملیاں تیار کرنے میں مصروف ہے ان سے مسلمانوں کے لیے کیسے کیسے مسائل جنم لیں گے، تاہم موجودہ حالات کے تناظر میں اتنا ضرورر کہا جاسکتا ہے کہ یکے بعد دیگرے مسلسل ٹھوکریں کھانے کے بعد اگر عرب ممالک نے خود کو سنبھالنے اور ہوش میں لانے کی کوشش نہ کی تو کوئی بعید نہیں کہ عراق وافغانستان کی تاریخ دوسرے عرب ممالک میں بھی دہرائی جائے اور عرب حکمرانوں کا وہی انجام ہو جو صدام جیسے مرد مجاہد اور ذوالفقار علی بھٹو وشاہ فیصل جیسے حکمرانوں کا ہوا۔

اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ عراق وافغانستان میں خونی کھیل کھیلنے اور مقدس مقامات پر قبضہ کرلینے کے بعد صدام حسین کا قتل کرکے امریکہ نے عملاً جن عزائم کا اظہار کیا ہے وہ نہ صرف عالم اسلام کے لیے ایک زبردست چیلنج ہے بلکہ اس نے عرب حکمرانوں کو ان سے سبق لے کر ہوش میں آجانے کا موقع فراہم کیا ہے، چنانچہ اس نازک موقع پر عالم اسلام کو اپنی ذمہ داریاں محسوس کرنی ہوں گی، ان کو اپنے گردوپیش کا سنجیدگی سے جائزہ لینا ہوگا، ان کو اپنے اندر صالح انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، آنے والے ایام سے آگاہ رہنے اور ان ایام میں پیش آنے والے مسائل سے نمٹنے کے لیے ہمیشہ تیار رہنا ہوگا، خاص طور پر حالیہ جنگوں میں امریکہ کی بربریت اور اخیر میں صدام کے قتل نے ہمارے سامنے جو سوالات کھڑے کردیئے ہیں ان پر غور کرنا، ان کا حل تلاش کرنا اور تمام عرب ممالک کو ایک صف میں کھڑے ہوکر پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ مغربی طاقتوں کی سازشوں کا جواب دینے کے لیے اپنے اندر حوصلہ پیدا کرنا ہوگا یہ ان کی ذمہ داری بھی ہے اور وقت کا تقاضہ بھی، ورنہ کوئی بعید نہیں کہ دوسرے ممالک کی طرح انہیں بھی تاریخ کے اندھیاروں میں گم ہوجانا پڑے۔

/////☆☆☆☆☆☆/////

آج سے پہلے کہیں زیادہ تیاری کی ضرورت ہے

اس وقت جو ایک عام ذہنی انتشار اور ایک قسم کی مایوسی پر ملت پر پھیل رہی ہے، اور ملت کی صلاحیت کی طرف سے اور دین میں جو صلاحیت ودیعت کی گئی ہے اس صلاحیت کی طرف سے یا دین کے مستقبل کی طرف سے جو بدگمانی اور بے اعتمادی پیدا ہورہی ہے نوجوانوں میں جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں اور حاملین دین میں جو بے اعتمادی پھیل رہی ہے، اس کو دور کرنے کے لیے بہت زیادہ تیاریوں کی ضرورت ہے، اس سے بہت زیادہ علمی فتوحات حاصل کرنے کی ضرورت ہے اس سے بہت زیادہ بلند پروازیوں کی ضرورت ہے، اس سے بہت زیادہ کاوشوں دلسوزیوں اور دماغ سوزیوں کی ضرورت ہے، جو ہمارے اسلاف نے کیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے ندوۃ العلماء کی صف اول کے مصنفین اور اہل قلم نے اس زمانے کی نسلوں کو بہت کچھ دیا، انہوں نے اس زمانے کی نسل کو بڑی حد تک مطمئن کرنے کی کوشش کی جو مسائل اس عہد میں اہمیت رکھتے تھے ان مسائل پر انہوں نے جو چیزیں پیش کی وہ اس زمانے کے لحاظ سے بہت طاقتور اور دلنشین تھیں، لیکن اگر آج ان چیزوں کو دہرایا جائے یا بالکل ان کی نقل کی جائے تو اس میں کوئی علمی استدلال نہیں ہوگا، اور لوگوں کو بڑی مایوسی ہوگی۔ (پاجا سراغ زندگی ۷۹)

مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
کہ جن کو ڈوبنا ہو، ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

نظروفکر

امریکہ کی خونخوار نظریں اب ایران پر

مولانا ابراراحمد اجراوی معین مدرس دارالعلوم دیوبند

افغانستان وعراق پرنام نہاد فتح حاصل کرنے اور وہاں کی زمام حکومت اپنے خصوصی کارندوں کوتھمانے کے بعد امریکہ کی خون خوار نظریں ان دنوں ایران پرٹکی ہوئی ہیں، یوں تو اس کی ہٹ لسٹ میں شام،سوڈان اورشمالی کوریا کا نام بھی شامل ہے، تاہم چونکہ شمالی کوریا 1950اور1953 میں امریکیوں کو دھول چٹا چکا ہے اوراب بھی وہ امریکہ کی طرف سے ہونے والی کسی بھی مزاحمت کا جواب اینٹ کے بجائے پتھر سے دینے کے لیے پوری طرح کمربستہ ہے،اس لیے وہ اس سے نظر ہٹاکرفی الحال ایران کے خلاف محاذ کھولنے کے لیے پرتول رہاہے، ایران بدی کا محور ہے''ایران پرحملہ کا قوی امکان موجود ہے'' ہمارا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ ایران ایٹمی صلاحیت کا مالک نہ ہو''اگراسرائیل کہےتوایران پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے''ایران اپنے ایٹمی پروا گرام کو ترک کرکے فوراً اقتصادی مدد حاصل کرنے کے لیے تیار ہو جائے، اخبارات کی شہ سرخیوں میں چھپنے والی ان خوفناک خبروں کے بین السطورمیں چھپی حقیقت یہ بتاتی ہے کہ ایران کو گوش مالی اور اسے بزورطاقت راہ راست پرلانے اوراس کی بساط حکومت کو لپیٹنے کے لیے امریکہ ہرطرح کی کوششوں کوآخری اورمنطقی شکل دینے کے لیے ایڑی چوٹی کازورلگائے ہوئے ہے۔

ایران کےحوالے سے امریکہ اتنا سخت رویہ کیوں اختیار کئے ہوئے ہےاس کی کئی وجوہات ہیں:

۱-امریکہ کا ماننا ہے کہ عراق میں روز بروز بڑھتی مزاحمت کے پیچھے ایران کا دماغ کام کررہاہے۔

۲-شاہ رضا پہلوی کی نام نہادحکومت کاتختہ پلٹنے کے بعدایران میں امریکہ نوازوں کی حکمت عملی اسلامی انقلاب کے سیلاب میں خس وخاشاک کی طرح بہ چکی ہے،امریکی جمہوریت کی تخم ریزی کے لیے یہی اسلامی انقلاب جگہ نہیں دے رہاہے۔

۳-عراق کی طرح ایران بھی قدرتی ذخائر سے مالامال ہے،جس پر امریکہ ہرحال میں ہاتھ صاف کرناچاہتاہے۔

۴-عالمی ہیروامریکہ کویہ بات کسی بھی طرح ہضم نہیں ہورہی ہے، کہ کوئی مسلم ملک طاقت کےحصول کی راہ پرچل پڑے۔

۵-اسرائیل کےتوسیع پسندانہ عزائم کوبروئے کارلانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ایران کاوجودنامسعود ہے۔

۶-اسرائیل اورامریکہ کےمنصوبوں کوناکام بنانے والے''حزب اللہ'' کی وہ ہمیشہ حمایت کرتاہے،صلیبیوں اورصہیونیوں کےمشترکہ دماغ نے ۱۱رستمبر کےحملوں کا بے بنیادالزام اسلامی دنیا کےسرمنڈھنے اوراسے مذہبی جنگ اورتہذیبی تصادم کاعنوان دینے کے بعدافغانستان وعراق کوتہس نہس کرکے امریکہ کویقین ہوگیا ہے کہ عالم اسلام کے ہرخطہ پراپنی بالادستی قائم کرنے سےاسے کوئی نہیں روک سکتا،چنانچہ امریکہ ہر اس مسلم ملک کوترچھی نظروں سے دیکھ رہاہے،جواس کےاہداف کو بہ عجلت بروئے کارلانے کی راہ میں حائل ہوسکتا ہے، اسرائیل چونکہ امریکہ کا منظورنظرہےاورایران نیوکلیائی توانائی حاصل کرنے کے بعد اسرائیل کےتوسیع پسندانہ عزائم،خلیجی ممالک میں اس کی بڑھتی دخل اندازی اورآگ وخون سےکھیلنے کی حد سے بڑھی اناکو،وہ چیلنج کرسکتا ہے

اس لیے امریکہ ایران کے نیوکلیائی ٹکنالوجی کی راہ پر بڑھتے قدم کو روکنے کے لیے اس قدر بے تاب ہے ، مبصرین کا ماننا ہے کہ یہ سب کچھ اسرائیل کے اشارے پر ہو رہا ہے ، واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر کوئی امریکی صدر صہیونی مقاصد کو روبہ عمل لانے کی مفوضہ ذمہ داری سے سرِ مو بھی انحراف یا چشم پوشی کرتا ہے تو اسے اپنی جان کی خیر منانی پڑتی ہے ، چنانچہ جس طرح امریکہ نے عراق کے وسیع تر تباہی کے ہتھیاروں کا بہانہ بنا کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی ، اسی طرح ایران کے جوہری تنصیبات کا ہوا کھڑا کر کے اس پر سراسر ناجائز اور تاریخ کی ایک اور شرمناک جنگ تھوپنے کے درپے ہے ۔

سردست امریکہ یورپ سمیت پوری عالمی برادری کو یہ باور کرانے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہے کہ ایران کا ایٹمی پروگرام امن عالم کے لیے بڑے خطرے کا پیش خیمہ ہے ، جب کہ ایران بار بار......اس بات کی یقین دہانی کرا چکا ہے کہ اس کا مقصد نیوکلیائی ٹکنالوجی کا پرامن استعمال کرنا ہے ، جیسا کہ ۲۴ / مارچ ۲۰۰۵ء کی اشاعت میں رائٹر نے لکھا تھا کہ ''ایران اعلی معیار کا نیوکلیائی ایندھن تیار نہیں کرے گا ، کیونکہ وہ نیوکلیائی اسلحہ بنانے کے کام آتا ہے ، جب کہ ان کا ملک نیوکلیائی توانائی کا پرامن استعمال کرنا چاہتا ہے ، حالانکہ امریکہ سمیت فرانس ، جرمنی اور برطانیہ ایران کو باز رکھنے کے لیے کئی سیاسی اور اقتصادی تعاون کی تجاویز بھی پیش کر رہے ہیں ، مگر ایران نے دوٹوک الفاظ میں یہ کہہ دیا ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران کسی دباؤ یا لالچ میں آکر اپنے حق سے دست بردار نہیں ہوگا ۔

آخر امریکہ کو ایک مسلم ملک کے ایٹمی پلان کی فکر کیوں ستا رہی ہے ؟ کوئی یوروپی ملک اگر ایٹمی ہتھیار بنائے تو امریکہ نہ صرف اس کی حوصلہ افزائی بلکہ ہر طرح سے اس کا تعاون کرتا ہے اور اگر کوئی مسلم ملک پرامن ترقیاتی کاموں کے لیے ایٹمی پلانٹ نصب کرے تو کیوں اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتا ہے ؟ اگر کوئی مسلم ملک اس قسم کی کوئی پیش رفت کرے تو وہ بدی کا محور ، امن عالم کے لیے خطرہ اور جمہوریت کے لیے سم قاتل ہے اور اگر کوئی صلیبی اور صہیونی ملک جوہری ہتھیاروں کا مالک ہو ، امن عالم کو بار بار چیلنج کرتا ہوا اور جمہوریت کے ملبے پر ڈکٹیٹرانہ نظام حکومت کی بنیاد رکھتا ہو تو وہ دنیا کے لیے تحفظ و سلامتی اور ہر طرح کی صلاح و فلاح کا ضامن ہے ، آخر ایسا کیوں ؟ عالمی برادری کو اس کا جواب اقوام متحدہ اور اس کے آقا امریکہ سے ضرور طلب کرنا چاہئے ۔

دراصل امریکہ اور اس کے ہمنواؤں کا خمیر ہی دغا بازی ، ناانصافی ، من مانی اور دوہرے پن سے اٹھا ہے ، اس کی سب سے واضح مثال اسرائیل ہے ، جس کے پاس معتبر ذرائع کے مطابق 200 جوہری ہتھیار ہیں ، اسرائیل 1965ء میں ہی فرانس کے تعاون سے ایٹمی اسلحہ تیار کر چکا تھا ، ایک اسرائیلی دانشور ایونر کوہن نے اپنی کتاب ''اسرائیل اینڈ دی بم'' میں یہ حیرت انگیز انکشافات کیا تھا کہ امریکی انٹلی جنس کو (اسرائیل کے) دمونہ ایٹمی پلانٹ کا علم اس کے قیام کے تین سال بعد ہوا ، جو اس کی بدترین ناکامی ہے ، قابل غور بات یہ ہے کہ اسرائیل اپنے روایتی حلیفوں کو بھی اس سلسلے میں بھرپور تعاون پیش کرتا ہے ، اور امن عالم کی دہائی دینے والوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی ، چنانچہ مشہور اسرائیلی اخبار ''ہارٹز'' نے 20/اپریل 1997 کو یہ خبر مشتہر کی کہ 80 کی دہائی میں اسرائیل نے جنوبی افریقہ کو جوہری اسلحہ سازی میں مدد دی تھی ، جب کہ تبادلے میں 500 ٹن یورینیم خریدا تھا ، اسرائیل نے کبھی بھی ان خبروں کی تردید نہیں کی ، ماہرین کا اندازہ ہے کہ اسرائیل کے پاس فی الحال 200 جوہری ہتھیار موجود ہیں ، نیز اس کے پاس 900 کلوگرام پلوٹونیم ہے ، ایک ہتھیار کی تیاری میں وہ تقریباً 5 کلو پلوٹونیم کی مقدار استعمال کرتا ہے ۔

حیرت بالائے حیرت بات یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی ہنگامہ آرائی ، فساد اور خون ریزی ہوتی ہے ، وہاں اسرائیل ہی کی فتنہ پرور ذہنیت کارفرما نظر آتی ہے اسرائیل کو قتل و غارت گری سب سے مرغوب شی لگتی ہے ، اسرائیلیوں کا اس بات پر ایمان ہے کہ ان کے علاوہ ہر کسی کو اس ہری بھری دنیا کو خیرباد کہہ کر آخرت کو سدھار جانا چاہئے ، چونکہ یہاں کا

عیش وآرام اور زندگی کے تمام تر وسائل خدا نے صرف انھیں کے لیے پیدا کی ہے، لہٰذا جو بھی اس میں شراکت کا دعوی کرے اسے اپنی خیر منانی چاہئے۔

موساد کے منحرف جاسوس ''ووسکی'' نے اپنی کتاب By Teh way of deception میں یہ لکھا ہے کہ دنیا میں ہر جگہ ہنگامہ آرائی کرانا، قتل وغارت گری کا بازار گرم کرنا اور بدامنی پھیلانا صہیونیوں کا کام ہے، اور اب ایک صہیونی ملک اسرائیل اس فساد اور ہنگامے کے پیچھے ہوتا ہے، وہ دنیا میں آگ وخون کی ہولی کھیلنے میں دل چسپی رکھتے ہیں تاکہ دنیا الجھی رہے اور وہ قائم رہیں۔

حالانکہ اقوام متحدہ سمیت کئی عالمی اداروں نے اسرائیل کو اس قسم کی کارروائیوں سے باز آنے کی تلقین کی، مگر وہ پاگل ہاتھی کی طرح صرف اقوام متحدہ کی 150 سے زائد قراردادوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا چکا ہے، اب اسرائیل کو ایران کی طاقت کے خوف سے پیٹ میں درد ہو رہا ہے، اس لیے اس نے ایران کو روکنے اور اسے راہ راست پر لانے کے لیے عالمی داروغہ امریکہ کو دعوت دی ہے، اور مختلف پیرایہ بیان میں ایران کو دھمکی دی جارہی ہے، ہر جگہ اور ہر ملک میں اس کے جوہری تنصیبات کا راگ الاپا جارہا ہے اور پوری دنیا کو اس کے خلاف محاذ کھولنے کے لیے ترغیب وترہیب سے کام لیا جارہا ہے، امریکہ ایک اور جنگ میں کب کود پڑے اس کی پیش گوئی کوئی نجومی بھی نہیں کرسکتا۔

بہر حال امریکہ ہر مسلم ملک کو اپنا دست نگر اور اسلحہ سازی کے عمل سے تہی دست رکھنا چاہتا ہے، ورنہ کیا وجہ ہے کہ مشرق وسطی میں آگ وخون سے کھیلنے والے اسرائیل کی پشت پناہی کی جارہی ہے، اور پرامن مقاصد کے لیے نیوکلیائی توانائی حاصل کرنے والے کو امن عالم کے لیے خطرہ کے خانے میں ڈال دیا جاتا ہے، اب جب کہ امریکہ ایران کے خلاف عالمی رائے عامہ کو ہموار کرنے میں تمام تر سفارتی تعلقات کو بروئے کار لا رہا ہے، تو مسلم دنیا کو بھی اپنی بند آنکھیں کھولنی ہوں گی، اور اختلافات کی آگ کو بجھا کر صرف اسلام اور مسلمانوں کی بنیاد پر یہ سوچنا ہوگا کہ کیا ایک اور مسلم ملک افغانستان وعراق کی طرح تباہ وبرباد ہوجائے گا؟ عالمی برادری کو بھی عقل کا ناخن لینا ہوگا، اور عالمی داروغہ امریکہ سے پوچھنا ہوگا کہ آخر کس بنیاد پر ایران امن عالم کے لیے خطرہ ہے؟؟؟۔

//////☆☆☆☆☆/////

زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے وہ نفع اور زندگی......

اگر ہمارے مدارس یہ چاہتے ہیں کہ وہ باقی رہیں اور وہ اس زندگی میں اپنی جگہ بنانا چاہتے ہیں، زندگی کا استحقاق ثابت کرنا چاہتے ہیں تو ان کو اپنے اندر نافعیت پیدا کرنی چاہئے، یعنی ان کو اپنے جوہر کا ثبوت دینا چاہئے کہ زندگی کی کوئی ضرورت ہے، جو ان کے بغیر پوری نہیں ہوتی اس لیے کہ جس زبان کو سمجھتا ہے اور ہر زمانہ میں سمجھتا رہا ہے، اس کے لیے ترجمہ کی ضرورت نہیں، وہ آپ عربی میں کہئے تو زمانہ سمجھے گا، انگریزی میں کہئے تو سمجھے گا، زبان بے زبانی میں کہئے تو سمجھے گا، گونگا اس کو کہے گا، اس کا اظہار کرے گا تو زمانہ سمجھے گا، اور اگر اپنے زمانے کا کوئی سحبان اور کوئی لسان اس کا اظہار کرے گا تو زمانہ سمجھے گا، زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے وہ نفع کی زبان ہے، وہ زندگی استحقاق کی زبان ہے، زندگی جیسا کہ اقبال نے کہا ہے کہ ایک جدوجہد ہے، زندگی کو خیرات نہیں، زندگی تو خود حاصل کی جاتی ہے، آپ اس کا استحقاق پیدا کرلیجئے، زمانہ آپ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی، جرمنی کو دو دو ہولناک جنگوں کے بعد بھی اس لیے باقی رکھا گیا ہے کہ اس نے اپنے صلاحیت کا ثبوت دیا، اس کو ہمیشہ کے لیے کوئی ختم نہیں کرسکا، بہت سی قومیں دنیا میں ہیں، جو بالکل ختم ہوگئیں، لیکن بہت سی قومیں ایسی ہیں جو بار بار شکست کھانے کے بعد بھی باقی ہیں، مسلمانوں نے تاتاریوں سے شکست کھائی اور ایسی شکست کھائی کہ شاید دنیا کی کسی قوم نے ایسی شکست نہیں کھائی تھی لیکن چونکہ ان کے اندر ماینفع الناس کا مادہ تھا، وہ ایک پیام رکھتے تھے، وہ ایک زندہ دعوت رکھتے تھے، اس لیے تاتاریوں کو، ان کے سامنے جھکنا پڑا، وہ تاتاریوں کے سامنے جھکے، لیکن تاتاریوں کی تلواروں کو دلوں کو، اور دماغوں کو ان کی نافعیت کے سامنے، ان کے پیام کے سامنے جھکنا پڑا۔ (پا جا سراغ زندگی ۱۶۱)

جائزہ

پہلی قسط

یورپ کی بھیانک مذہبی عدالت کی سرگزشت

محمد زکریا ورک (کنگسٹن کینیڈا)

موجودہ پوپ نے کچھ ماہ قبل مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے والی تقریر کی، جس میں اس نے مسلمانوں کی تشدد پسندی کی طرف اشارہ کیا تھا، اس کے جواب میں لوگ پوچھ رہے ہیں کہ کیتھولک مذہب والے کیا صلیبی جنگوں کے بہیمانہ قتل عام کو بھول گئے؟ کیا کیتھولک مذہب والے انکوئے زیشن کی بھیانک کہانی کو فراموش کر گئے؟ دوسری جنگ عظیم کے دوران کیتھولک نے نازی حکومت کا ساتھ دیا تھا، وہ نازیوں سے ملی بھگت کو کیسے بھول گئے جس کی بنا پر یورپ میں پچاس لاکھ انسان زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے، یہاں ہم انکوئے زیشن کی خون میں رچی ہوئی بھیانک کہانی کو پیش کرتے ہیں، تاکہ آئندہ اسلام کے خلاف تشدد کا الزام لگانے سے پہلے اپنا منہ آئینے میں دیکھ لیا کریں۔

انکوئے زیشن یورپ میں قرون وسطی کے عہد میں ایک ایسی مذہبی عدالت تھی جو پوپ کے حکم پر قائم کی گئی تھی، تاکہ ایسی ملحدانہ تحریکوں کا قلع قمع کیا جاسکے، جو رومن کیتھولک چرچ کے مذہبی عقائد پر کاری ضرب لگا سکتی تھیں، اس کا دوسرا بنیادی مقصد یہ تھا کہ چرچ سے نفرت کر کے علیحدہ ہو جانے والے عیسائیوں کو چرچ کے حلقہ میں واپس لایا جائے، اور ایسے لوگ جو اپنے غلط عقائد ونظریات سے توبہ کرنے سے انکار کرتے ہیں، ان کو مناسب حال سزا دی جائے، اس کا تیسرا مقصد ایسے لوگوں کی نشاندہی تھی جو رومن کیتھولک چرچ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے اور خفیہ سازشوں میں ملوث رہتے تھے۔

انکوئے زیشن (یعنی احتساب کی مذہبی عدالت) کے سیاہ ترین دور میں سب سے زیادہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے افراد کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا اگرچہ اسپین میں یہودی اور مسلمان بھی اس ظالم وفاجر تحریک کے ظلم واستبداد کے پہیہ کے نیچے پستے رہے۔

مذہب کے نام پر خون بڑی بے دردی سے بہایا گیا، ایسی نادر الخیال کتابوں کو ضبط کیا گیا جن سے انسانیت ترقی کر کے لاکھوں سال آگے جاسکتی تھی، مذہب کے نام پر جائیدادوں کو لوٹا گیا، بادشاہ کیا اور بڑے بڑے چوغے پہننے والے پادری صاحبان کیا، سبھی نے یوں ملنے والی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا، حیرت کی بات یہ ہے کہ کسی بادشاہ، کسی زندہ ضمیر والے مذہبی لیڈر یا کسی مطلق العنان حکمراں نے اس کے خلاف انگلی تک نہ ہلائی۔

اسپینش انکوئے زیشن Spanish Inquisition تاریخ انسانی کا سب سے بھیانک اور سیاہ ترین باب ہے، جو 1478 سے لے کر 1834 تک جاری رہی اور یہی یورپ میں یہودیوں اور مسلمانوں کی تاریخ کا بھی تاریخ ترین باب ہے، اسپین جو ترقی کرتے کرتے امپیریئل پاور بن چکا تھا انکوئے زیشن کے بعد اس کے عروج میں تنزل آنا شروع ہو گیا؛ کیونکہ یہودی اور مسلمان دانشوروں، شاعروں، سائنسدانوں، فلاسفر کے ہجرت کر جانے سے ملک عقلی طور پر دیوالیہ ہو گیا۔

ملحدانہ تحریکوں کا آغاز عیسائیت کے شروع ایام میں ہی ہو چکا تھا جیسے Arians & Manichensa قرون وسطی میں جو تحریکیں شروع ہوئیں ان کے نام Cathari Waldenses ہیں، یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں پنپنے والی ایسی تین تحریکیں تھیں: Hussites,LutheransCalvinists قرون وسطی میں جب لوگ کثیر تعداد میں عیسائیت سے منحرف ہونے لگے تو

ایسی مذہبی عدالت مستقل طور پر قائم کردی گئی ۔ تیرھویں صدی میں پوپ گریگوری نہم نے مذہبی فرمان جاری کیا جس کے مطابق ایسے لوگوں کے لیے جو عیسائیت سے انحراف کے بعد توبہ کرکے دوبارہ داخل عیسائیت ہوگئے، سزائے موت سنائی گئی، ایسی سزائے موت صرف سرکاری ملازمین ہی دے سکتے تھے، خاص طور پر ڈومینکن آرڈر Dominican order کے بشپ اور آرک بشپ کو یہ عدالتی کام تفویض کیا گیا تھا۔

قرون وسطی Medieval کی انکوئیے زیشن:

قرون وسطی میں سب سے پہلے انکوئے زیشن فرانس میں 1184ء میں وقوع پذیر ہوئی، اس انکوئے زیشن کا بانی پوپ گریگوری نہم Pope Gregory IX تھا، جس نے انکوئے زیشن کا بنیادی آئین جاری کیا جس کا نام Excommunicamus تھا، اس کے ذریعہ ایسی مذہبی عدالت قائم ہوئی جو مقدمات سن کر سزا دے سکتی تھی، شروع شروع میں یہ صرف جرمنی تک محدود تھی مگر 1233ء کے بعد اس کا نفاذ دوسرے ملکوں میں ہونے لگا، اٹلی میں اس کا سرکاری قبول عام 1235ء کے لگ بھگ ہوا تھا۔

پوپ گریگوری نہم (پوپ 1231ء میں) نے یورپ میں فروغ پانے والی جملہ ملحدانہ تحریکوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اور ان کے معتقدین کا سراغ لگانے کے لیے انکوزیٹرز Inquisitiors کا انتخاب خود کیا، پوپ انوسینٹ سوم Pope InnocentIII نے فرمان جاری کیا کہ جنوبی فرانس میں پنپنے والی کتھاری موومنٹ Cathari کے خلاف قدم اٹھایا جائے، کیونکہ یہ تحریک خدا کے خلاف غداری تھی جس کی سزا صرف اور صرف موت تھی، چنانچہ انکوزیٹرز بڑی تعداد میں جنوبی فرانس روانہ ہو گئے، رومن عہد حکومت کے دوران ملحد لوگوں کو غدار سمجھا جاتا تھا اور ان کو سزا دینے کے لیے سرکاری ملازمین کے حوالے کر دیا جاتا تھا، بعض لوگوں کی جائیداد پر قبضہ کرلیا جاتا تھا، اگر وہ برسر عام عوام کے سامنے توبہ کا اعلان نہ کرتے تو ان کو جلاوطن کر دیا جاتا تھا، جنوبی فرانس میں ایک معروف شخص برنارڈ گوئی Bernard Gui انکوزیٹر تھا، جس نے طولوس Toulouse کے شہر میں پندرہ سال کے عرصہ میں سات سو ملحدوں میں سے 42 کو سزائے موت دی تھی۔

جب انکوزیٹر کسی شہر یا گاؤں میں آن وارد ہوتا تو عوام الناس کو تیس دن سے چالیس دن تک کا graceperiod دیا جاتا تھا کہ وہ توبہ کا اعلان کردیں، جو ایسا کر دیتے ان کو ہلکی سزا دی جاتی، اس عرصہ کے ختم ہونے پر جن لوگوں پر الحاد کا الزام عائد کیا جاتا ان پر مقدمہ چلایا جاتا تھا، ملزم کو وکیل کرنے کا حق نہ ہوتا تھا، عدالت کی کارروائی خفیہ ہوتی تھی، اکثر مقدمات میں ملزموں کو موت کی سزا سنائی جاتی تھی یا بعض کو جرمانہ اور قید کی سزا دی جاتی تھی، چرچ کا حکم تھا کہ خون نہ بہایا جائے، اس لیے اکثر لوگوں کو آگ کی نذر کر دیا جاتا تھا، جسے ایکٹ آف فیتھ actof faith کہتے تھے۔

احتساب عقائد کی مذہبی عدالت میں مقدمہ چلانے کے علاوہ ایک اور طریق کار یہ ہوتا تھا کہ انکوزیٹر اور شہر کا بشپ (لاٹ پادری) علاقہ کے سرکردہ چالیس یا پچاس افراد کے گروہ سے درخواست کرتے کہ وہ ملزم کے خلاف مقدمہ کی سماعت کریں، اس کا نام Boni Viri تھا، ایسے افراد عموماً شریف النفس، وکیل، تجارت پیشہ، مذہبی اور سیکولر ہوتے تھے، وہ کیتھولک چرچ کے عقائد سے بخوبی واقف ہوتے تھے، مقدمہ سے متعلق تمام دستاویزات اور گواہوں کے نام ان کو دے دئے جاتے تھے، پنچائت کے یہ ممبران دو باتوں کا فیصلہ کرتے تھے (۱) آیا کسی کام کے جرم کا ارتکاب ہوا ہے؟ (۲) اگر مجرم سزاوار ہے تو اس جرم کی کیا سزا ہونی چاہئے۔

جب تک ملزم پر جرم ثابت نہ ہو جاتا مقدمہ کی سماعت کے دوران اسے گھومنے پھرنے کی آزادی ہوتی تھی، ملزم کو حلف دینا پڑتا تھا کہ وہ مقدمہ کی ہر سماعت کے لیے حاضر ہوتا رہے گا، بعض دفعہ اس سے ضمانت بھی لی جاتی، اگر یہ ضمانت شخصی ہوتی تو ضمانت دینے والا اس بات کی یقین دہانی کراتا کہ وہ ملزم کو زندہ یا مردہ ہر حالت میں حاضر عدالت کرے گا، قرون وسطی کی یہ مذہبی عدالت جنوبی فرانس شمالی اٹلی

اور جرمنی میں کافی دیر تک کام کرتی رہی، سولہویں صدی میں اس کا نام رومن انکوئیزیشن ہوگیا 1965ء کے بعد اس کا نام بدل کر Congregation For the Doctrine Of Faith رکھ دیا گیا۔

رومن انکوئیے زیشن:

رومن انکوئے زیشن کا آغاز پانچ جولائی 1542ء کو ہوا، جب پوپ پال سوم نے اس کے لیے ہولی آفس کے قیام کا اعلان کیا، جو الحاد کے مقدمات کی سماعت کی فائنل کوٹ آف اپیل تھی، انکوئے زیشن ٹریبونل چھ کارڈی نلز (رومن کیتھولک کے اعلیٰ عہدے داروں) پر مشتمل ہوتا تھا ان میں سے انکوزیٹر جنرل کا نام کارڈینل کرافہ Carafa تھا، ٹریبونل میں تمام سزائیں پرائیویٹ طور پر ہینڈ بک آف لاء (مطبوعہ 1376ء) کے مطابق دی جاتی تھی، یہودیت سے تائب ہوکر عیسائی ہونے والے افراد پر اس ٹریبونل کو مکمل اختیار ہوتا تھا، اس ٹریبونل کا نصب العین پروٹسٹنٹ افراد کو کیتھولک بنانا تھا۔

رومن انکوزیشن کا افسر اعلیٰ فرانسسکو پینا Francisco Pena تھا، عدالت کی تمام کارروائی کی تفصیلات کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا تھا، عدالت کا ایک مستقل ممبر ہوتا تھا جو نوٹری کہلاتا تھا، وہ ملزم سے کئے جانے والے ہر سوال اور جواب کو احاطہ تحریر میں لاتا تھا، حتیٰ کی ملزم کے رونے کی آواز آہ وپکار اور سسکیوں کی تعداد بھی رقم کی جاتی تھی، عدالت کا ہر ممبر حلفیہ عہد لیتا تھا، کہ وہ تمام کارروائی کو صیغہ راز میں رکھے گا، تمام تفتیش اور جرح مکمل علیحدگی میں ہوتی تھی، گواہوں کو مکمل پناہ دی جاتی تھی، ملزم کو اپنے حق میں گواہ پیش کرنے کی اجازت ہوتی تھی، ملزم کو وکیل کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔

رومن انکوائے زیشن نے جن عالمی شہرت کے افراد پر مقدمات چلائے ان میں سے جیوڈارنو برونو Giodrno Bruno(1548-1600) اور گیلی لیو گیلے لائی Galileo Galilei(1564-1642) کے نام قابل ذکر ہیں "برونو" کو آٹھ سال تک کال کوٹھری میں پابند سلاسل رکھا گیا پھر اسے روم شہر کی مارکیٹ میں برسرعام آگ میں زندہ جلا دیا گیا؛ کیونکہ وہ بے دین، زندیق اور مرتد تھا، برونو نے اپنی متعدد تصانیف میں کائنات کو لامحدود قرار دیا تھا جس میں خدا کی ذات کی کوئی جگہ نہ تھی، اس کے نزدیک یہ بات اس کے فہم سے بالاتر تھی کہ خدا اور فطرت کیسے دو علیحدہ چیزیں ہوسکتی ہیں، جیسا کہ بائبل کی کتاب پیدائش میں بتلایا گیا تھا، نیز چرچ بھی اس کی تعلیم دیتا تھا، بلکہ ارسطو جیسے فلاسفر نے بھی یہی بات کہی تھی، اس کے عقائد کے مطابق ورجن میری کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر چڑھایا جانا اور دعا جو عشائے ربانی میں پڑھی جاتی ہے، یعنی Mass کی کوئی حقیقت نہ تھی، اس کے نزدیک بائبل محض ایک کتاب تھی جس کی آیات کے لفظی معنی لینا صرف گنواروں کا ہی کام تھا، اس نے آنے والی نسلوں کے لیے ایک زبردست سائنسی آئیڈیا ورثہ کے طور پر چھوڑا، یعنی کائنات وسعت پزیر ہے، Universe is Expanding اس انقلابی آئیڈیا کو چار سو سال بعد اب ایک سائنسی حقیقت تسلیم کیا جاتا ہے۔

گیلی لیوکی حالت زار:

گیلی لیو یونیورسٹی آف پیڈوا میں اٹھارہ سال تک لکچرار کے عہدہ پر فائز رہا، اس مدت ملازمت کے دوران اس نے جو سائنسی تجربات اور تحقیقات کی ان کی وجہ سے وہ بہت سے بنیادی عیسائی اعتقادات سے منحرف ہوگیا، جو عیسائی پیروکاروں کے نزدیک الہامی صداقت سے کم نہ تھے، اس نے خود ساختہ ٹیلی سکوپ سے اجرام فلکی کا مشاہدہ کیا اور یہ حقیقت دریافت کی کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے، نیز یہ کہ کائنات کا مرکز بھی نہیں ہے، جیسا کہ عوام الناس کو تعلیم دی جاتی تھی، اس کی کتاب دی اسٹاری میسنجر The Starry Massenger (1610) میں منصۂ شہود پر آئی جس سے چرچ کی بنیادیں متزلزل ہوگئیں، اس زمانے میں پادری لوگوں کو تعلیم دیتے تھے، کہ زمین کائنات کا مرکز ہے، کیونکہ یہاں خدا کا خلیفہ (انسان) جاگزیں ہے، خدا نے اپنے نبی ابن مریم علیہ السلام کو اس زمین پر بھیجا تاکہ وہ انسانیت کو نجات دلاسکیں، گیلی لیو نے چرچ کے حکام اعلیٰ کو ایک مضمون لکھ کر بھیجا جس میں اس نے

بائبل اور سائنس میں موازنہ پیش کیا، حکام نے اس کو یاددہانی کرائی کہ بائبل کی تعبیر فادرز آف چرچ کے ماسوا کوئی اور ہرگز نہیں کرسکتا۔

سات دسمبر 1615ء کو وہ جبراً وقہراً سفر کرکے روم آ گیا اور نظام شمسی کے حتمی ثبوت پوپ پال پنجم کے سامنے پیش کیے، اسے حکم دیا گیا کہ وہ فادر بیلا رمین کے سامنے خود کو پیش کرے ۵/ مارچ 1616ء کو اس کی کتاب ڈی ریوولیشنبس De Revolutionibus پر پابندی لگادی گئی اس کے بعد اس کی ایک اور کتاب ساجیاٹور Saggiatore منظر عام پر آئی 1624ء میں وہ روم دوبارہ آیا اور پوپ اربن ہشتم Pope Urban VIII سے ملاقات کی جو گیلی لیو کا یار غار تھا، اس کے کچھ عرصہ بعد اس نے ایک اور کتاب زیب قرطاس کی جس کا نام ٹوگریٹ ورلڈ سسٹم Two Great World Systems تھا جس میں اس نے کوپرنیکس کے نظام کائنات کے حق میں حتمی ثبوت پیش کیے۔

23 ستمبر 1632ء کو پوپ نے فلورنس کے شہر میں مقیم انکوزیٹر جنرل کو ہدایت دی کہ وہ گیلی لیو کو حکم دے کہ اس کو اکتوبر میں روم کی مذہبی عدالت کے حضور میں پیش ہونا ہے، اس نے ایسا ہی کیا، دوبارہ اسے حکم ہوا کہ وہ پھر روم آئے، چنانچہ گیلی لیو فروری 1633ء کو روم پہنچ گیا، بجائے اس کے کہ اس کو مذہبی عدالت کے قید خانے میں محصور رکھا جاتا، اسے ٹسکان Tuscan کے سفیر کی رہائش گاہ پر قیام کی اجازت دی گئی، اب عدالت میں حاضری کے بعد اسے حکم دیا گیا کہ وہ تیسری بار مئی 1633ء میں پھر حاضر ہو، مذہبی عدالت کے افسران کے ایک اجلاس میں جس کی صدارت پوپ نے خود کی تھی یہ فیصلہ کیا گیا کہ اسے اذیت وصعوبت کا خوف دلا کر اس پر مقدمہ چلایا جائے۔

22 جون 1633ء کو گیلی لیو کو مذہبی عدالت Dominican Convent کے سامنے پیش کیا گیا اور اسے ہال میں موجود لوگوں کے سامنے سزا پڑھ کر سنائی گئی، دس کارڈی نلز نے اس سزانامہ پر دستخط ثبت کئے تھے، گیلی لیو زندگی کی 70 بہاریں دیکھ چکا تھا، اسے عدالت کے سرکاری افسران کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا گیا اور اسے کہا گیا کہ وہ اپنے عقائد اور نظریات سے توبہ کرلے، اس کو قید وبند کی سزا جو سنائی گئی تھی اس سے وہ بچ گیا، البتہ اسے گھر میں زندگی کے باقی ماندہ ایام کے لیے نظر بند کردیا گیا، 1632ء میں اس کی اور ایک کتاب ٹونیوسائنسز Two New Sciences ایمسٹرڈیم سے شائع ہوئی، 1637ء میں وہ مکمل طور پر بینائی سے محروم ہوچکا تھا، 8/ جنوری 1642ء کو اس کی وفات پر اسے فلورنس کے چرچ گراونڈ میں دفنایا گیا اس کی وفات کے ایک سوسال بعد 1737ء میں چرچ کے حکام نے اس کی لحد پر کتبہ لگانے کی اجازت دی، اس کے مزید ایک سوسال بعد اس کی تمام کتابوں کو ممنوعہ کتابوں کی فہرست Index سے خارج کیا گیا، مئی 1983ء میں آنجہانی جان پال دوم نے چرچ کی غلطی کا برملا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا (Freedom Of Research Is one Of The Most Noble Attributes Of Man.It Is Through Research Man Attains To Truth)۔

قلم کار حضرات متوجہ ہوں

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

☆ مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔

☆ مضامین لکھتے وقت سادگی اور خوش اسلوبی کا خاص خیال رکھیں۔

☆ مقالات ومضامین کی اصل کاپی ہی بھیجنے کی کوشش کی جائے۔

☆ شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔

☆ مضامین بغیر حوالہ کے معتبر نہ ہوں گے۔

☆ ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔(ادارہ)

مکتوبات اکابر

مکتوبات حضرت شاہ حافظ عبدالرشید رائے پوری ایک مسترشد کے نام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

شیخی ومرشدی حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے پہل رائے پور کے زمانہ طالب علمی میں زیارت وملاقات ہوئی، جبکہ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور سے عصر کے بعد گھومنے، یا خانقاہ میں جانے اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری (متوفی ۱۹۱۹ء) کے مزار پر ایصال ثواب کے لیے حاضری کا معمول تھا، اثنائے راہ گلشن رشیدیہ میں تخت یا چارپائی پر ایک سفید پوش، سفید ریش، نورانی چہرہ کے عمر رسیدہ بزرگ بیٹھے ہوئے نظر آتے، طلبہ ان سے ملتے اور ملاقات کرتے ہوئے ہوتے، باہر سے آئے ہوئے زائرین ومحبین بھی ہوتے، راقم بھی دیکھا دیکھی ان سے جا کر ملنے لگا، ملاقات کرتا اور مصافحہ کرتا، ان کی طرف سے بھی شفقت کا معاملہ ہونے لگا، جب بھی احقر ملتا، تو وہ شفقت ومحبت کی بنا پر اپنی شہادت کی انگلی میرے منہ میں دیتے، اپنے سینے سے لگاتے، اور یہ دعاء دیتے کہ ''اللہ آپ کو اپنے مقبول بندوں میں بنالے'' پھر یہ آمد ورفت تعلق اور محبت وعقیدت میں بدل گئی اور حضرت حافظ صاحب کی توجہ بڑھتی چلی گئی، یہاں تک کہ جمعہ کے روز جب حضرت کے زائرین ومسترشدین کا ہجوم ہوتا، ان میں بہت سے لوگ تعویذ کے طلبگار ہوتے تو حضرت حافظ صاحب اس نامہ سیاہ سے تعویذ لکھواتے اور ضرورت مندوں کو دیتے، پھر نماز کے وقت امامت کا حکم دیتے؛ کیونکہ اخیر عمر میں طبیعت کی ناسازگی کی وجہ سے مسجد میں جانے سے معذور تھے، اس لیے قیام گاہ پر جماعت کے اہتمام کے ساتھ نماز پڑھتے، البتہ جمعہ خانقاہ رحیمی کی مسجد میں پڑھنے کا اہتمام کرتے اور وہاں کسی سواری کے ذریعہ تشریف لے جاتے، بعض جمعے قیام گاہ پر بھی پڑھے، جب طبیعت زیادہ خراب تھی، امامت کی توفیق اللہ تعالی نے احقر کو دی تھی، اس طرح مدرسہ سے چھٹی کے موقع پر حضرت کی خدمت میں آجاتا، عام طور سے عصر کے بعد آتا، اور مغرب کی نماز پڑھا کر مدرسہ چلا جاتا، پھر سالانہ امتحان کی چھٹی میں ۷/شعبان ۱۴۱۳ھ یکشنبہ کو حضرت کے ساتھ شاملی، کیرانہ اور کھرگان کا سفر بھی کیا اور سفر سے واپسی پر ۱۵/شعبان ۱۴۱۳ھ کو بعد تہجد حضرت حافظ صاحب کے دست حق پر بیعت کی، رمضان میں حضرت حافظ صاحب کو تراویح میں قرآن شریف سنایا، عید کے بعد عربی سوم میں کافیہ پڑھنی تھی، اس لیے طبیعت پر تقاضہ ہوا کہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا جائے، حضرت سے اجازت چاہی، مگر حضرت نے اجازت نہیں دی، چنانچہ یہ سال بھی مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور ہی میں پورا کرنا پڑا، البتہ چھٹی کے دنوں میں حضرت کے ساتھ مختلف مقامات کے سفر بھی ہوئے اور حضرت کی خدمت کا بھی موقع ملا، امسال رمضان میں ۱۴۱۴ھ قرآن شریف سنانے کے لیے سورت (گجرات) جانا ہوا، وہاں سے حضرت حافظ صاحب کی خدمت اقدس میں ایک خط تحریر کیا، جس میں سورت کے حالات وہاں قرآن شریف سنانے کی کیفیت لکھی اور دعاؤں کی درخواست کی جس پر حضرت حافظ صاحب کا یہ شفقت آمیز جواب آیا:

۱- برخوردار............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہاں پر خیریت ہے اور آپ انشاءاللہ اب تندرست ہوں گے، اپنی احتیاط رکھیں اور دعاء مغفرت کرتے رہا کریں، رمضان میں دعا مانگا

کریں، انشاءاللہ میں بھی دعا کروں گا، خیریت نامہ ضرور لکھا کرو۔

فقط والسلام

احقر عبدالرشید

پھر عید کے بعد حضرت سے ندوہ میں داخلے کے لیے کہا، حضرت نے اجازت دی اور حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے نام ایک خط تحریر کیا، چنانچہ یہ نامہ سیاہ لکھنؤ چلا گیا، حضرت مولانا نے اپنا خاص مہمان رکھا، اور مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی میں داخلہ کا پروگرام بنا- اسی زمانہ میں غالباً وسط شوال ۱۴۱۴ھ میں حضرت مفکر اسلام نے رائے پور کا سفر کیا تھا- وہاں ایک سال رہ کر احقر نے عالیہ اولی کی تعلیم مکمل کی، وہاں سے حضرت حافظ صاحب کی خدمت بابرکت میں کئی خطوط لکھے، جن میں سے تین کے جوابات میرے پاس محفوظ ہیں، پہلا خط حضرت کو اپنے داخلے کے بارے میں اور تعلیمی ماحول کے متعلق لکھا اور دعاؤں کی درخواست کی، جس پر حضرت کا یہ والا نامہ آیا:

۲- عزیزم محمد مسعود سلمہ

اللہ تمہیں خوش رکھے!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! تمہارا خط ملا، پڑھ کر بہت خوشی ہوئی ہے، میری طبیعت علیل تھی اس لیے خط کے جواب میں تاخیر ہوئی ہے، مولانا علی میاں صاحب رائے پور آئے تھے، خوب اچھی طرح سے بات چیت ہوئی، تم بھی میرے لیے دعا کرتے رہا کرو، تیسرا کلمہ ہر وقت چلتے پھرتے پڑھتے رہا کرو۔

فقط والسلام

احقر عبدالرشید رائے پور

بقلم محمد فرقان

اس کے بعد ایک اور خط حضرت کی خدمت میں ارسال کیا، جس میں اپنے حالات، تعلیمی مشغولیت لکھی اور رائے بریلی میں سخت گرمی کی وجہ سے آنکھوں میں تکلیف ہوگئی تھی، آنکھوں کی شفایابی کے لیے دعاء کی درخواست کی، جس پر حضرت کا یہ مکتوب گرامی آیا، جو حضرت کے ایک خادم ڈاکٹر محمد فرقان کے قلم سے ہے:

۳- از رائے پور

محترم بھائی محمد مسعود سلمہ......اللہ خوش رکھے

تمہارا خط ملا ہے، پڑھ کر خوشی ہوئی ہے، اور تمہاری آنکھ دکھنی آرہی تھی نہ معلوم ٹھیک ہوئی ہے یا نہیں، حضرت کی طبیعت بھی خراب چل رہی تھی، اس لیے جواب دینے میں تاخیر ہوئی ہے، بس تیسرا کلمہ پڑھتے رہیں اور اپنی آنکھوں کی خیریت کا پتہ دینا ٹھیک ہوئی یا نہیں، حضرت بھی آپ کی کامیابی کے لیے دعا گو ہیں، مدرسہ کے تمام قانون کی پابندی کرنا، امید ہے کہ تمہارے گھر پر بھی ٹھیک ہوں گے، میں نے تمہاری طرف سے ڈاکٹر صاحب کو سلام عرض کیا تھا، ڈاکٹر صاحب بھی سلام عرض کرتے ہیں۔ فقط والسلام

احقر عبدالرشید

بقلم محمد فرقان

پھر حضرت کو ایک مکتوب تحریر کیا، جس میں اپنے احوال لکھے اور دعاؤں کی درخواست کی، حضرت نے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

۴- احقر عبدالرشید

برخوردار............محمد مسعود صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام! احوال یہ ہیں کہ تمہارا خیریت نامہ ملا، خیریت وکیفیت معلوم ہوئی، تمہاری صحت کے بارے میں بہت دعا کی، اللہ تبارک وتعالی آپ کو شفاء کلی عطا فرمائیں (آمین)

اللہ آپ کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرماویں، اللہ اپنی رضامندی نصیب کرے، اپنے اللہ کو ہر وقت یاد رکھیں، نماز کے ذریعہ سے اپنے اللہ سے تعلق جوڑیں، اللہ آپ کو عالم باعمل بنائے، احقر کی طبیعت بھی خراب چل رہی ہے لیکن پہلے سے اب کچھ اچھی ہے، میرے لیے بھی دعا کرتے رہیں، اللہ تبارک وتعالی شفاء عطا فرمائے، تمہارے والد صاحب

ملے تھے، گھر خیریت تھی، دیگر ملنے والے حضرات کو سلام پہونچائیں۔

۶/۱۱/۱۹۹۴ء فقط والسلام

پھر رمضان ۱۴۱۶ھ میں حضرت کو تراویح میں قرآن شریف سنایا، اور یہ ارادہ کیا کہ حضرت کے حالات زندگی، آپ کے مجاہدانہ اور دعوتی کارنامے، تبلیغی اسفار اور تقسیم ہند کے بعد ہریانہ، پنجاب میں ہونے والے دینی خلاء کو پورا کرنے میں آپ کی جو محنتیں اور کوششیں ہوئی ہیں ان کو قلمبند کیا جائے، غرضیکہ آپ کی مکمل سوانح حیات کا پروگرام بنایا، چنانچہ تراویح کے بعد حضرت کی طبیعت میں نشاط ہوتا، طبیعت کھلی ہوئی ہوتی تھی، اس لیے کافی معلومات حضرت نے زبانی تحریر کرائی، آپ کے اسفار کی تفصیلات، اسفار میں پیش آنے والے واقعات وتجربات اور بہت سے حقائق وملفوظات حضرت فرماتے جاتے اور احقر لکھتا رہتا، یہاں تک کہ اچھا خاصا مواد اکٹھا ہوگیا، کسے معلوم تھا کہ حضرت کا یہ آخری رمضان ہے اور یہ سوانح حیات لکھنے کا داعیہ من جانب اللہ ہے، چنانچہ رمضان کے بعد پھر احقر لکھنؤ چلا گیا، ندوہ میں داخلہ ہوگیا، وہاں سے بھی سال بھر میں کئی خطوط حضرت کو لکھے، مگر میرے پاس ایک خط کا جواب محفوظ ہے جو لکھنؤ میں آیا، جس میں حضرت کو ندوہ میں داخلے کی نوعیت وکیفیت تحریر کی اور اپنی تعلیمی مشغولیت لکھی اور پھر دعاؤں کی درخواست کی، جس پر حضرت کا یہ والا نامہ شرف صدور ہوا، جس پر ڈاکخانہ کی مہر ۱۲/۶/۹۵ء ہے:

۵- ۷۸۶

ازعبدالرشید رائے پور

پیارے محترم جناب قاری مسعود صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام! واضح ہو کہ خیریت نامہ ملا، خیریت وکیفیت معلوم ہوئی، اللہ اپنے فضل سے خیریت سے رکھے، آپ نے ندوہ میں داخلہ کرالیا، بہت اچھا کیا ہے............ ان شاء اللہ اسی پر عمل کرنا، تمہارا بھانجا (محمد صالحین) سلام کہتا ہے، جب چھٹی مل جاوے یہیں گھر پر ہی رہنا ہے، اللہ اپنے فضل سے آپ کو عالم باعمل کرے، دین کا کام لے، تین تسبیح موقع نکال کر ضرور کرلیا کریں، حضرت (مولانا علی میاں صاحبؒ) سے ملنا ہو تو سلام کہنا اور دعاء کی درخواست، احقر کی طبیعت خراب ہی چل رہی ہے، دعا ضرور کیا کرو۔

فقط والسلام

سالانہ امتحان کی چھٹی میں جب حضرت سے ملا تو فرمایا کہ رمضان میں ہمارے پاس رہنا، یہیں قرآن شریف سنانا مگر سوئے اتفاق احقر ندوہ میں نائب ناظم حضرت مولانا معین اللہ ندوی کو قرآن شریف سنانے کا وعدہ کرچکا تھا، اس لیے نامہ سیاہ نے کہا کہ حضرت لکھنؤ سنانے کا وعدہ کرلیا ہے، حضرت نے فرمایا کہ کمبخت یہیں رہو، یہاں زیادہ فائدہ ہوگا، اس جملہ کی معنویت کا اس وقت کچھ اندازہ نہ ہوسکا، اس لیے پھر حضرت کی اجازت سے لکھنؤ سے چلا گیا، رمضان کے دوسرے عشرے کے شروع میں میں حضرت کے پوتے منشی عتیق احمد صاحب کا خط آیا کہ حضرت اباجی کا ۱۷/رمضان ۱۴۱۶ھ کو انتقال ہوگیا" انا للہ وانا الیہ راجعون" بس پھر صرف افسوس کے علاوہ کیا تھا، حضرت کے لیے دعا کی، پھر عید سے قبل رائے پور حاضری ہوئی، حضرت کے خدام وخلفاء نے حضرت کی سوانح مکمل کرنے کا تقاضہ کیا، چنانچہ راقم نے ''حیات عبدالرشید'' کے نام سے بیس ابواب پر مشتمل حضرت حافظ صاحب کی مکمل سوانح حیات لکھی، جس میں آپ کے مکمل حالات زندگی، دعوتی اسفار، صفات وکمالات، اصلاحی کارنامے، مدارس ومساجد کا قیام، واقعات وکرامات، ارشادات وملفوظات، عملیات ومجربات اور معاصرین کے تأثرات کا تفصیلی تذکرہ اور سلوک وطریقت کے بارے میں اہم معلومات مع سلاسل اربعہ کے جمع کردی گئی ہے، جو چند ماہ کے اندر چھپ بھی گئی تھی اور بہت پسند کی گئی، جس کے مقدمے میں حضرت حافظ صاحب کے متعلق مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رقم طراز ہیں:

''حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری باکمال شخصیتوں میں سے ہیں، وہ داعی الی اللہ، ناشر رشد وہدایت اور ضلالت وارتداد عن

الاسلام کی سرزمین میں ایک شمع فروزاں اورایک بلند وبالا منارہ نور کی حیثیت رکھتے تھے،جن کے اخلاص ودرداورسرگرمی وتندھی بلکہ مجاہدہ وقربانی کی برکت سے ہزاروں انسان جودین حق کی دولت ونعمت سے محروم ہوگئے تھےاورانہوں نے ارتداداختیار کرلیا تھا اوران کی صورت وسیرت سب بدل چکی تھی ، دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، کثیرالتعدادمسجدیں جومنہدم ہوگئی تھیں دوبارہ انکی تعمیرعمل میں آئی اوروہ آباد ہوئیں،مسلمانوں کی اس نسل کی (جس نے ارتداد کا راستہ اختیار کیا تھا،پھراسلام کی طرف بازگشت ہوئی تھی) نئ نسل ارتداد کےخطرے سے محفوظ ہوئی ،اس کی دینی تعلیم وتربیت کا انتظام ہوا ،بڑی تعداد میں مدارس ومکاتب قائم ہوئے ، حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری نے اذکارواشغال،ترقیات روحانی اورمدارج سلوک وقرب طے کرنے کے ساتھ (دعوتی وتبلیغی دوروں کو)اپنی زندگی کا سب سے بڑامشن ،تقرب الی اللہ کا ذریعہ اوروقت کا فریضہ سمجھا،انہوں نے ہریانہ ، پنجاب اورہماچل کے مسلسل دورے کئے،بعض مرتبہ مسلسل تین تین ماہ دورے پررہے،اورلوگوں نے ایمان کی تجدید کی ، جمنا سے لے کر چنڈی گڑھ تک اوران گاؤں میں جو پہاڑوں کے تلہٹی میں آباد ہیں اورجس میں ہماچل کا دکھنی حصہ بھی شامل ہے،ان میں یوپی کے سفربھی شامل ہیں، آپ کی دعوتی جدوجہد کا مرکز بنے ،ہرجگہ رجوع عام دیکھنے میں آیا''اللہ تعالی حضرت حافظ صاحب کے درجات بلندفرمائے اورہمیں اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اوراپنے مقبول ومنتخب بندوں میں بنالےاوراپنی رضا کے لیے خاص فرمالے۔آمین

////☆☆☆☆////

ماہ محرم کا پیغام

چاندکی سالانہ گردش ایک بارپھراپنادورہ تمام کرچکی ،اسلامی جنتری میں''قربانی'' کامبارک مہینہ اورمبارک دن گزرچکاہے''شہادت'' کا مبارک مہینہ اورمبارک دن آپہنچا،عیدقرباں کا مہینہ اگراس لیے تھا کہ آپ اپناسب کچھ حق کی راہ میں لٹادیں،تومحرم کا مہینہ یہ پیام لاتا ہے کہ آپ خوداپنے کوشہادت کے لیے پیش کردیں ، پچھلامہینہ''آپ سے دعا'' مانگ رہاتھا ،اگلامہینہ''آپ کو'' مانگ رہاہے،دنیا کی ایک نہایت زبردست ،متمدن وظالم حکومت کی کشتی حیات اسی مہینہ کی ۱۰؍تاریخ کو دیارے نیل میں غرق ہوئی ،موسیٰ علیہ السلام کی مظلوم قوم کورب موسی وہارون نے اسی مبارک تاریخ کوآزادی دلائی،اوراللہ کےکلیم نے اس''یوم آزادی'' کی مستقل یادگار روزۂ عاشورہ کی شکل میں قائم کردی ، دنیا کے سب سے بڑے ہادی ، سب سے بڑے معلم اورسب سے بڑی آزادی دلانے والے نے اس پاک یادگارکویہی نہیں کہ جائز رکھا ہو، بلکہ خودبھی پابندی کے ساتھ روزہ رکھا ، اپنی امت کوبھی اس کی تاکید فرمائی۔

ہجرت نبوی کےنصف صدی بعدتاریخ نے پھراپنے تئیں دوہرایا، اسی مہینہ کی اسی تاریخ کوسرزمین کربلا پرحق وباطل ،ملوکیت وحیوانیت، آزادی وملکوتیت کے درمیان ایک بارپھرمعرکہ آرائی ہوئی ،ایک طرف دولت تھی ،حکومت تھی ،سلطنت تھی ، مادی قوت تھی ، شاہی خزانہ تھا، شاہی فوج تھی ، ہزارہاسپاہیوں کالشکر جرارتھا،قوت کا نشہ تھا،حکومت قائم کرانے کی دھن تھی اوردوسری طرف غربت تھی،مسکینیت تھی،فقروفاقہ تھا، ادائے فرض کا احساس تھا،حق پرستی کے جوش سے بھرے ہوئے چنددل تھے ، دلوں کے اندرحق کی راہ میں مٹ جانے کا بے تاب کردینے والا ولولہ تھا ، باطل کے آگے نہ جھکنے والی چندگردنیں تھیں، لاشیں تڑپیں اورجس خون کا ایک ایک قطرہ پروردگار عالم کی نظر میں، دونوں جہانوں کے موجودات سے زیادہ قدروقیمت رکھتا تھا ، اس کی ندیاں بہیں !اللہ کے کلیم کی امت نے سب کچھ جھیل کر عاشورہ محرم کو اپنی آزادی حاصل کی تھی ، اللہ کے حبیب کے نواسہ نے خوداپنی جان نذرکرکے ابدی آزادی وسرمدی مسرت حاصل کرلی۔(سچی باتیں ۵۱)

////☆☆☆☆////

اقبالیات

کافر ومومن کی پہچان

اقبال کی نظم ''کافر ومؤمن'' قرآن کی روشنی میں

محمد بدیع الزماں، ریٹائرڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پھلواری شریف

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:

''وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مؤمن ہے اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کر رہے ہو'' (التغابن ۲)

''ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا، ہم نے اسے راستہ دکھایا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا'' (الدہر ۲/۳)

غرض یہ کہ خدائے تعالیٰ صرف انسان پیدا کرتا ہے نہ کہ کافر و مؤمن، یہ اس کا عمل وطرز فکر ہے، جو اسے کافر و مؤمن بناتا ہے، اسی لیے اوپر کی آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ: ''اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، جو تم کرتے ہو، انہی آیات کی ترجمانی اقبال نے ''بانگ درا'' کی نظم ''طلوع اسلام'' کے آٹھویں بند کے اس شعر میں کی ہے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں یعنی کافر ومومن کی پہچان کیا ہے، اس سلسلہ میں قرآن مجید میں بے شمار آیات وارد ہوئی ہیں، جن میں مختلف زاویوں سے اس پہچان پر روشنی ڈالی گئی ہے، ایسی ہی آیات کے پیش نظر اقبال نے مجموعی طور پر کافر ومومن کی پہچان ''ضرب کلیم کی صرف تین اشعار پر مشتمل درج ذیل نظم ''کافر ومؤمن'' میں ان الفاظ میں رقم کی ہے۔

کل ساحل دریا پہ کہا مجھ سے خضر نے
تو ڈھونڈ رہا ہے سم افرنگ کا تریاق؟
اک نکتہ میرے پاس ہے شمشیر کی مانند
برّندہ وصیقل زدہ و روشن و برّاق
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مؤمن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

اس طرح کافر کی پہچان یہ ہے کہ وہ آفاق (یعنی آسمان کا کنارہ) میں گم ہے، یعنی آنکھیں ہونے پر بھی نہ اسے سمت کا پتہ چلتا ہے، نہ راستہ معلوم، وہ ایک بھٹکا ہوا راہی ہے، اس لیے کہ اس نے راستہ بتلانے والوں کو جھٹلایا اور حقیقت کا علم حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی، اس نے نقلی معبودوں کو اپنا خدا سمجھ لیا اور ان کے سامنے سربسجود ہو کر اپنے کو حقیر بنا ڈالا، اس نے اپنی اساس ''حقائق ابدی'' پر قائم نہیں رکھی، برعکس اس کے ایک مؤمن کی پہچان یہ ہے کہ آفاق اس میں گم ہو جاتے ہیں؛ کیونکہ وہ اپنی آنکھوں کو کھلی رکھ کر اس کائنات میں اللہ کی ساری آیات کو دیکھ کر توحید الٰہی کا قائل ہو جاتا ہے اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ جب خدا نے اس کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے، تو اسے کچھ ذمہ داریاں بھی سونپی ہیں، جن کی بازپرس قیامت میں ہوگی، اس لیے وہ اپنے نیک ارادوں اور صالح اعمال سے تسخیر کائنات میں مصروف رہتا ہے، اسے کہیں دقّت پیش نہیں آتی اس لیے کہ راستہ بتانے والے نے اسے سیدھے اور ٹیڑھے راستوں

کا علم دیا ہے اور وہ اپنی خودی کی تربیت کر کے اپنے کو خلیفۃ الارض کے منصب جلیل پر فائز ہونے کا اہل بنالیتا ہے، اوراس طرح یہ ساری کائنات اس کے تابع ہوجاتی ہے نہ کہ کافر کی طرح وہ خود کائنات کا تابع ہوجائے۔

کفر ایمان کی ضد ہے اور یہ محض ہستی باری سے انکار ہی کا نام نہیں بلکہ تکبر، فخر اور انکار آخرت بھی اللہ سے کفر ہی کے مترادف ہے، کافر اگر خدا کو مانتا بھی ہے تو محض ایک وجود کی حیثیت سے نہ کہ مالک، آقا یا فرمانرواں کی حیثیت سے، حالانکہ ایمان باللہ انہی حیثیتوں سے خدا کو ماننے کا نام ہے نہ کہ محض ایک وجود ہستی کی حیثیت سے، مفسرین نے قرآن کی روشنی میں کفر کے اجزائے مرکبات کی نشاندہی کی ہے، جس سے ایک کافر کے ''آفاق میں گم'' ہونے کی توضیح ملتی ہے۔

کفر کے اصل معنی ناشکری کے ہیں، اسی سے انکار کا مفہوم پیدا ہوا اور ایمان کی ضد کہا جانے لگا، برعکس اس کے ایمان کے معنی ہیں ماننا اور تسلیم کرنا، شکر گزار ہونا، قرآن کی رو سے کفر کے رویہ کی مختلف صورتیں ہیں: خدا کو سرے سے ہی نہ ماننا، یا اس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم نہ کرنا اور اس کو اپنا اور ساری کائنات کا مالک اور معبود ماننے سے انکار کرنا کفر کے رویہ کی ایک صورت ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ کو تو مانے مگر اس کے احکام اور اس کی ہدایات کو واحد منبع علم وقانون تسلیم کرنے سے انکار کردے، تیسری صورت یہ ہے کہ اصولاً اس بات کو بھی تسلیم کرے کہ اسے اللہ ہی کی ہدایات پر چلنا چاہئے مگر اللہ نے اپنی ہدایات پہنچانے کے لیے جن پیغمبروں کو واسطہ بنایا انہیں تسلیم نہ کرے یا یہ کہ پیغمبروں کے درمیان تفریق کرے اور اپنی پسند یا اپنے تعصّبات کی بنا پر ان میں کسی کو مانے اور کسی کو نہ مانے، اور آخری صورت یہ ہے کہ سب کچھ مانتے ہوئے عملاً احکام الٰہی کی دانستہ نافرمانی کرے اور اس نافرمانی پر اصرار کرتا رہے اور دنیوی زندگی میں اپنے رویہ کی بنا اطاعت پر نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی ہی پر رکھے۔

کفر کے انہی طرز فکر اور رویہ کو قرآن میں کفر سے تعبیر کیا گیا ہے، قرآن مجید میں کئی جگہ کافر ومؤمن کا فرق اس طرح وارد ہوا ہے، فرمایا گیا ہے ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے اور کفر وایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیا کررکھی ہے، جو انہیں ذلیل وخوار کردینے والی ہوگی، بخلاف اس کے جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں، ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے، اور اللہ بڑا درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے'' (النسآء ۱۵۰تا۱۵۲)

سنو! خدا کی لعنت ہے ظالموں (حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والوں) پر ان ظالموں پر جو خدا کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں، اس کے راستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، وہ زمین میں اللہ کو بے بس کرنے والے نہ تھے اور نہ اللہ کے مقابلہ میں کوئی ان کا حامی تھا، انہیں اب دوہرا عذاب دیا جائے گا، وہ نہ کسی کی سن ہی سکتے تھے اور نہ خود ہی انہیں کچھ سوجھتا تھا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خود گھاٹے میں ڈالا اور وہ سب کچھ ان سے کھو گیا جو انہوں نے گھڑ رکھا تھا، ناگزیر ہے کہ وہی آخرت میں سب سے بڑھ کر گھاٹے میں رہیں، رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور اپنے رب ہی کے ہو کر رہے، تو یقیناً وہ جنتی لوگ ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے، ان دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی تو ہو اندھا بہرہ اور دوسرا دیکھنے اور سننے والا کیا یہ دونوں یکساں ہوسکتے ہیں؟ کیا ہم (اس مثال سے) کوئی سبق نہیں لیتے؟ (ہود ۱۸/تا۲۴)

(اے نبیؐ) ''بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ شخص جو تمہارے رب کی اس کتاب (یعنی قرآن) کو جو اس نے تم پر نازل کی ہے، حق جانتا ہے، اور وہ شخص جو اس حقیقت کی طرف سے اندھا ہے، دونوں یکساں ہوجائیں؟ نصیحت تو دانشمند لوگ ہی قبول کرتے ہیں، اور ان کا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، اسے مضبوط

باندھنے کے بعد توڑنہیں ڈالتے، ان کی روش یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے جن جن روابط کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں برقرار رکھتے ہیں، اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں ان سے بری طرح حساب نہ لیا جائے، ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے رب کی رضا کے لیے صبر سے کام لیتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے اعلانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں، اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں، آخرت کا گھر ان ہی لوگوں کے لیے ہے ......رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں جو ان رابطوں کو کاٹتے ہیں جنھیں اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہ لعنت کے مستحق ہیں اور ان کے لیے آخرت میں بہت برا ٹھکانہ ہے۔(الرعد۱۹/تا۲۶)

اے نبی! کہو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوا کرتا ہے؟ کیا روشنی اور تاریکیاں یکساں ہوتی ہیں؟۔(الرعد۱۶)

مندرجہ بالا آیت میں اندھا سے مراد وہ شخص ہے جس کے آگے کائنات میں ہر طرف اللہ کی وحدانیت کے آثار وشواہد پھیلے ہوئے ہیں مگر وہ ان میں سے کسی چیز کو بھی نہیں دیکھ رہا ہے، اور آنکھوں والے سے مراد وہ شخص ہے جس کے لیے کائنات کے ذرے ذرے اور پتے پتے میں معرفتِ کردگار کے دفتر کھلے ہوئے ہیں، کفر درحقیقت احسان فراموشی ہے اور ایمان فی الحقیقت شکر گزاری کا لازمی تقاضہ ہے، جس شخص میں اللہ جل شانہ کے احسانات کا کچھ احساس ہوگا وہ ایمان کے سوا کوئی راہ نہیں اختیار کرسکتا، اس لیے شکر اور ایمان لازم وملزوم ہیں، جہاں شکر ہوگا وہاں ایمان ضرور ہوگا، اس کے برعکس جہاں کفر ہوگا وہاں شکر کا سرے سے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا؛ کیونکہ کفر کے ساتھ شکر کے کوئی معنی نہیں۔

متذکرہ بالا آیات میں کافر ومؤمن کے فرق کو صریح دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، جن سے اول الذکر کے آفاق میں گم رہنے اور موخر الذکر کے خود آفاق میں گم ہوجانے کی توجیہہ ملتی ہے، اقبال کا زیر غور شعر درج ذیل آیات سے اور بھی واضح ہوتا ہے، جن میں کفر اور ایمان کے تقاضوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، فرمایا گیا ہے" دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے، اب جو کوئی طاغوت کا انکار کرکے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ (جس کا سہارا اس نے لیا ہے) سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے، جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی ومددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے، اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے حامی ومددگار طاغوت ہیں اور وہ انہیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں یہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔(البقرہ۲۵۶/۲۵۷)

اے نبی! ان (غفلت میں پڑے لوگوں) میں سے اکثر فیصلہ عذاب کے مستحق ہوچکے ہیں، اسی لیے وہ ایمان نہیں لاتے، ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جن سے وہ ٹھوڑیوں تک جکڑے گئے ہیں، اس لیے وہ سر اٹھائے کھڑے ہیں، ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کردی ہے، اور ایک دیوار ان کے پیچھے ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے، انہیں اب کچھ نہیں سوجھتا، ان کے لیے یکساں ہے، تم انہیں خبردار کرو یا نہ کرو، یہ نہ مانیں گے، تم تو اسی شخص کو خبردار کرسکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور بے دیکھے خدائے رحمٰن سے ڈرے، اسے مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت دے دو"(یٰسٓ، ۷/تا۱۱)

اے نبی! تم صرف انہی لوگوں کو متنبہ کرسکتے ہو جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، جو شخص بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے اپنی ہی بھلائی کے لیے کرتا ہے اور پلٹنا سب کو اللہ ہی کی طرف ہے، اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہے، نہ تاریکیاں اور روشنی یکساں ہیں، نہ ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش ایک جیسی ہے اور نہ زندے اور مردے مساوی ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے، مگر تم ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں، تم تو بس ایک خبردار

کرنے والے ہو، ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو‘‘ (فاطر۱۸؍تا۲۴)

ان آیات سے کافر و مؤمن کے طرز فکر اور طرز عمل دونوں پر بسیط روشنی پڑتی ہے اور اس کے نتیجے میں کافر کی آفاق میں نہ کوئی حیثیت باقی رہتی ہے اور نہ وہ آفاق پر حکمرانی کر سکتا ہے، برعکس اس کے مؤمن اس عقیدے کے ساتھ چلتا ہے کہ اس کائنات میں خدا کے سوا کوئی اس پر حکومت نہیں کر سکتا اور وہ کائنات کو اپنا غلام سمجھتا ہے، آفاق میں گم ہو جانا مترادف ہے خودی کے مردہ ہو جانے سے، مؤمن اپنی خودی کو مرتبہ کمال پر پہنچا کر اپنے اصلی مقام یعنی خلافت الٰہیہ پر فائز ہو جاتا ہے اور ساری کائنات اس کی مطیع ہو جاتی ہے، اسی کو اقبال نے آفاق کو مؤمن کے اندر گم ہو جانا کہا ہے، مؤمن کے مقابلہ میں آفاق کی کوئی حیثیت نہیں رہتی جب کہ آفاق کی طاقتوں کے سامنے کافر کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

کفر کوئی مذہب نہیں اور نہ کافر کسی خاص مذہب کے ماننے والے کو کہتے ہیں، اس کا مرتکب مسلمان بھی ہو سکتا ہے، اس لیے کہ کفر ایک طرز فکر اور طرز عمل کا نام ہے، البتہ اس کا مرتکب مومن نہیں ہو سکتا، قرآن کی رو سے مسلمان اسے کہتے ہیں، جس نے اسلام کو اپنے لیے ضابطۂ حیات کی حیثیت سے قبول کر لیا اور مومن وہ ہے جس نے دل سے اسلام کی رہنمائی کو حق مان لیا اور قرآن اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کو فلاح کا موجب سمجھا ’’مسلم شریف‘‘ میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ’’ایمان کا لذت شناس ہو گیا وہ شخص جو راضی ہوا اس بات پر کہ اللہ ہی اس کا رب ہو اور اسلام ہی اس کا دین ہو اور محمدؐ ہی اس کے رسول ہوں‘‘۔

ایک مؤمن عملاً اطاعت کرنے والا ہے، اس کی یہ حالت نہیں ہے کہ ایمانداری کے ساتھ حق تو اس چیز کو مانے جس کو ماننے کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے، مگر عملاً اس کی خلاف ورزی کرے اور اپنی مخلصانہ رائے میں تو ان سب کاموں کو برا ہی سمجھتا رہے جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے، مگر اپنی عملی زندگی میں ارتکاب انہی کا کرتا چلا جائے، ایمان نام ہے، دل و نگاہ کو مسلمان بنانے کا، بقول علامہ اقبال ؎

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(’’ضرب کلیم‘‘-تصوف)

اقبال نے انہی ساری باتوں کے پیش نظر ’’بال جبریل‘‘ کی غزل ۱۲؍ (دوم) میں مسلمانوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں، کافر مسلمان اور مومن مسلمان، کہتے ہیں:

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی
تو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی
کافر ہے مسلماں، تو نہ شاہی، نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی
کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی
میں نے تو کیا پردۂ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرض کورنگاہی

اقبال کے نزدیک کافر اور مؤمن کی پہچان کا اصل کلیہ ’’عشق الٰہی‘‘ یعنی ’’وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ‘‘ (البقرہ۱۶۵) بتوسط ’’عشق رسول‘‘ (آل عمران ۳۱؍۳۲) میں مضمر ہے، اسی عشق الٰہی کی شدت بتوسط عشق رسول کسی کو مومن بناتی ہے اور اس کی کمی کسی کو کفر کی طرف راغب کرتی ہے۔

/////☆☆☆☆☆////

دعوت دین

آخرت کا تصور
اور ویدوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ

مولانا مفتی محمد سرور فاروقی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اب آپ آخرت کے موضوع کو اختیار کریں کہ دنیا فانی ہے اور اس کی ہر چیز کا خاتمہ ہونا چاہئے اور ''پرلئے'' یعنی قیامت آنی ہے اور وہ انصاف کے تقاضے کے تحت ہے، مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے تین آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے، تو اس کو اس دنیا میں جو انتہائی سخت ترین سزا ہوگی وہ اس کی جان کی ہوگی کہ اس کو بھی ہلاک کر دیا جائے یہ تو صرف ایک ہی شخص کی طرف سے بدلا ہوگا، بقیہ ان دونوں کا کیا ہوگا جن کو اس نے ہلاک کر دیا تھا، انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اسے تین مرتبہ ہلاک کیا جاتا، اس کو اللہ نے آخرت میں رکھا ہے جس کا نام جہنم یعنی ''نرگ'' ہے جس میں اگر ایک شخص نے تین قتل کیے ہوں تو اسے تین شخصوں کے مارے جانے کے برابر سزا دی جائے گی۔

اسی طرح ایک شخص اگر کوئی نیک عمل کرتا ہے جس کے اثرات نسلوں تک ہوتے ہیں، تو اس کو اس عمل صالح کا جو بدلہ دیا جائے گا اس کا نام جنت (سورگ) اور اسی کا نام آخرت ہے، جہاں سے انسان دوبارہ نہیں آئے گا، جس طرح ماں کے پیٹ میں دوبارہ جانا ناممکن ہے، اس سے کہیں زیادہ ناممکن دنیا میں دوبارہ آنا ہے۔

اب وہ مخاطب کہے گا کہ واہ جناب آپ نے اپنا مسلک اور مذہب ثابت ہی کر دیا تو ہم کہیں گے نہیں بھائی یہ ہمارا مذہب نہیں، بلکہ آپ ہی کا ہے، تو وہ کہے گا کہ نہیں ''پاپوں'' کے نتیجہ میں اسے مختلف جنم ملتے ہیں تو ہم کو بتانا ہوگا کہ نہیں بھائی یہ تو عام عقل کے بھی خلاف ہے، نہ کہ ایک ذہین شخص کے لیے اور آپ تو ذہینوں میں سے ہیں کہ جس وقت اس کائنات کو بنایا گیا تو آپ بھی اور سائنس بھی کہتی ہے کہ اس وقت پہلے جانور بنے اور گھاس پھونس، نباتات و جمادات وغیرہ وجود میں آئے اس کے بعد انسان بنائے گئے تو یہ کیسے ہوا کہ پہلے جب انسان کا وجود نہیں تھا تو اس وقت یہ نباتات و جانور کس کے گناہ کے جرم میں وجود میں آئے۔

دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شروع کے زمانے میں ان کے قول کے مطابق سَتْ یُگ کی آبادی مثال کے طور پر 10/000 تھی اگر وہ سب اچھے تھے تو 10/000 ہی آج بھی ہونی چاہئے اور اگر پہلے زمانے میں ان 10/000 میں کچھ برے تھے تو آبادی کے اعتبار سے تعداد کم ہونی چاہئے اور پوری دنیا کا مشاہدہ اس کے برعکس ہے کہ پہلے سالوں کے مقابلے میں آبادی کا تناسب بڑھ رہا ہے تو یہ کیسے ہوا؟

تیسرا سوال یہ کہ اگر پوری دنیا کے سبھی لوگ اچھا بننا چاہیں تو کیسے بن سکیں گے، سبزی، غلہ وغیرہ کہاں سے آئے گا تو کیا وہ اللہ ظالم ہے کہ ایک طرف اچھا بننے کی تلقین بھی کرے اور اچھا بن بھی نہ سکے؟ اس لیے جب کھانے کو کوئی شئے نہیں رہ جائے گی تو ایسے ہی سب ختم ہو جائیں گے یہ سب متضاد باتیں؟ کیسا مذہب؟ انسان کو اس دھرتی پر صرف ایک موقع دیا گیا ہے اس کے بعد اس کا فیصلہ سنا دیا جائے گا جس کو ویدوں نے اس طرح نقل کیا ہے۔

جنت کا تذکرہ ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں:

۱- ترجمہ: ''پاک کرنے والوں کے ذریعہ پاک ہو کر ایسے جسم کے ساتھ جس میں ہڈیاں نہیں ہوں گی وہ درخشاں و منور ہو کر روشنیوں کی دنیا میں پہنچتے ہیں، ان کے مسرور جسموں کو آگ نہیں جلاتی ہے جنت کی

دنیامیں ان کے لیے بڑی بڑی لذتیں ہیں''۔

۲- ترجمہ: ''شہد کے کناروں اور مکھن سے بنی نہریں جوشراب، دودھ، دہی اور پانی سے لبریز ہوں گی، بے پناہ شیرینی ان سے ابلتی ہوگی، یہ چشمے جنت میں تیرے پاس پہنچیں گے اور ''کمل'' کے پھول سے بھری پوری جھیلیں تیرے پاس آئیں گی''۔(اتھروید4-34-6)

دوزخ کا تذکرہ ہندؤوں کی مقدس کتابوں میں:

۱- ترجمہ: ''جوگنہگار ہیں ان کے لیے یہ اتھاہ گہرائی والا مقام وجود میں آیا ہے''(رگ وید4-5-5)

۲- ترجمہ: ''کُوکَرمی (برے کام کرنے والا) کواتھاہ گہرائی والے اندھیرے گڈھے میں ڈال دو جہاں سے وہ نکل نہ سکے۔(رگ وید2-104-7)

ان تمام حوالوں سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ کبھی آخرت کا وہی تصور تھا جس کوقرآن پیش کرتا ہے، لیکن بعض لوگوں نے اپنے ذاتی مفاد کے تحت مذہب میں خلط ملط کردیا، لہٰذا ہم آپ کواصلی مذہب پرلانا چاہتے ہیں، اب انشاءاللہ جواب مثبت میں ہی نکلے گا اور وہ شخص آواگن کے تصور سے نکل کرآخرت اور جنت وجہنم پرغور کرکے فیصلہ کرنے پرمجبور ہوگا۔

تحفۂ رسالت کی متمنی قومیں:

اب اگر موقع ہوتو اس نشست میں ورنہ آئندہ رسالت کے موضوع پرروشنی ڈالیں کہ ایشور(اللہ) ''دیش کال'' سے پرے ہے، یعنی ایک ملکی یا ایک دیشی، یا ایک زمانے یا کسی کی شکل میں آجائے گا توآئندہ آنے والی نسلوں اوردوسرے ملکوں اور دیشوں میں رہنے والے لوگوں کا کیا ہوگا؟ اوراگر اللہ کا جز قراردیں تو اللہ گنہگاروں کو سزادے گا اورنرک میں جلائے گا، تو کیا خداوندقدوس اپنے جز کوجہنم میں جلائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں، تو پھر کیا ہوگا؟ دنیا کے نظام کو خدا خود چلاتا ہے، لیکن بعض امور پراللہ نے فرشتوں کومقرر کردیا ہے، اور صحیح راستہ دکھانے کے لیے رسول(دُوْت) بھیجے ہیں تاکہ خدا کوایک مان کر لوگ زندگی بسر کریں، اس کے لیے پہلے سندیشٹا کو اور آدی مانو(آدم) کوبھیجا، یا برہما جوخدا کا صفاتی نام ہے، دنیا میں جتنی قومیں بھی دعوی کرتی ہیں کہ ہم ایشوری گیان رکھتے ہیں ان سب کے یہاں آخری رسول کا تذکرہ موجود ہے، اس میں کئی کئی چھوٹے چھوٹے اشکالات بھی ہوسکتے ہیں، لیکن انھیں معمولی فہم سے حل کیا جاسکتا ہے۔

آخری رسول کا تذکرہ ویدوں میں، توریت، انجیل، بودھ دھرم اور قرآن مجید میں ملتا ہے، ان سب کی الگ الگ زبانوں میں جس کے واحد معنی محمد ہوتے ہیں اس طرح ہیں:

حضور صلی اللہ کا تذکرہ ویدوں کی دنیامیں:

ترجمہ: لوگوں سنو! نراشنس کی بہت تعریف (حمد) کی جائے گی (اتھروید 20:127) اسی طرح رگ وید(2:3:2)(5:5:2)(1:3:3)وغیرہ میں تقریباً ۳۱رجگہوں پرلفظ نراشنس آیا ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ جس وقت آئے گا اس کی باتوں پرعمل کرنے میں ہی کامیابی ہوگی، نراشنس کے معنی ہوتے ہیں، انسانوں کے ذریعہ تعریف کیا جانے والا شخص۔

آپ پوری تاریخ انسانی پرنظر ڈالیں تو آپ کو واحد شخصیت (محمد بن عبداللہ) ہی ملے گی جن کی تعریف اس وقت پوری دنیا میں ہورہی ہے، وہ اس طرح کہ پوری دنیا کا جونظام شمسی ہے اس کے اعتبار سے پورے عالم میں ہر وقت کسی نہ کسی نماز کا وقت ہوتا ہے، توظاہر ہے کہ ہرمنٹ اذان میں اورتشہد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کی جاتی ہے، اگر کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ثابت ہوتا ہوتو اس کے سلسلے میں آپ بتائیں ورنہ آپ اسے قبول فرمائیں، اوراس نراشنس کے بارے میں جومختلف پیشین گوئیاں کی گئی ہیں ان میں ہے کہ(۱) سونشکُوں سے یُکْتُ ہوگا، مراد اصحاب صفہ ہوسکتے ہیں (۲) اسے اپنی جائے پیدائش ترک کرنی پڑے گی (۳) تین سواُرْ وَنْ سے یُکت'' یعنی تین سو سے زائد گھوڑسوار اس کو دیئے جائیں گے جن سے وہ جنگ کرے گا، مراد جنگ بدر ہوسکتی ہے، اس لیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگ بدر میں ۳۱۳راصحاب کے

ساتھ جنگ کی تھی وغیرہ۔

ان تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ یہی آخری نبی ہیں جن کا ذکر تمام کتب میں کیا گیا ہے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ ہی ہیں، صرف زبان کا فرق ہے کہ عربی میں محمد، ہندو سنسکرت میں نراشنس اور انگریزی میں پیراکلیٹ، فارسی میں فارقلیط کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، لیکن پوری پیشین گوئیاں زمانے کے اعتبار سے بھی ایک ہی شخص پر صادق آتی ہیں اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جتنے ہمارے ہیں اتنے ہی پوری دنیا کے ہیں اور قرآن پر جتنا ہمارا حق ہے اتنا ہی حق آپ کا بھی ہے۔

تو آیئے اب ہم اپنے باپ آدم کی طرف چلتے ہیں وہ جس دھرم کو لے کر آئے تھے وہ یہی اسلام دھرم تھا، اردو میں ''اسلام'' کہہ دیا اور ہندی میں ''سَرُ وَسُوسَمَرُ پڑُ دَھرم'' تو ہم سب کے باپ ایک ہی ہیں، اور دھرم بھی ایک ہے لیکن آپ وہیں رہے اور آگے کے آنے والے آخری پیغمبر یا نراشنس کو نہیں پہچان سکے اور ہم ان پر آستھا رکھتے ہیں۔

اس لیے ہم آپ کا دھرم نہیں بدل رہے ہیں؛ بلکہ آپ کا بھولا ہوا سبق یاد دلا رہے ہیں کہ آپ صحیح دھرم پر آ جائیں اور ان چیزوں سے باز آ جائیں جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر گڑھ لی گئی ہیں، اس لیے میں آپ کے ذہن سے یہ بات نکال دینا چاہتا ہوں کہ اسلام کے بانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، بانی ہرگز نہیں بلکہ اسلام دھرم کی ابتداء آدم (ادی مانو) سے ہوئی نہ کہ محمد بن عبداللہ سے ان پر تو اسلام دھرم مکمل ہوا اس لیے آپ تو ادھورے کے ماننے والے ہوئے، اگر آخری نبی (سندیشٹا) کو نہیں مانیں گے تو دنیا و آخرت کی نجات کیسے ہوگی؟ اور ادھورا آدمی ادھر کا نہ ادھر کا......

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

آپ کے یہاں جو خرابیاں آئیں وہ بالکل بجا ہیں اس لیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں جن کے صرف ۱۴ سو برس ہوئے ہیں ان کے اندر جب قبر پوجا آ گئی تو اگر آپ کے یہاں مورتی پوجا کئی ہزار سال بعد آئی تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے؛ لیکن تعجب کی بات اس وقت ہوتی ہے کہ جب کسی کو کوئی محسن اس کی بھولی ہوئی بات یاد دلائے تو اس وقت وہ اسے اپنا دشمن سمجھے یا یہ سمجھے کہ یہ مجھے دھوکہ دے رہا ہے، ہاں یہ زمانہ ضرور دھوکے کا ہے، لیکن یاد دلانے کی بات کو سن کر اس کی تحقیق ہوجانے کے بعد اس پر قدم رکھے، تو پھر تاخیر کس بات کی؟ ہاں ایک بات آپ کے ذہن میں آ رہی ہوگی کہ ''اگر کسی نبی (دوت) کو آنا تھا تو بھارت ورش میں آتا۔

ٹھیک ہے چونکہ کل یگ میں ایک ہی دوت کو آنا تھا اور وہی آخری تھا اور پورے عالم کی قیادت کرنی تھی تو کیسے وہ ہندوستان میں آ سکتا تھا اس کو تو ایسی جگہ آنا چاہئے تھا جو پورے عالم کا سینٹر یعنی مرکز ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب دیش ہونے کی وجہ سے وہاں نہیں بھیجے گئے تھے، بلکہ وہ تو دنیا کے سینٹر (کیندر بندو) ہونے کی وجہ سے وہاں بھیجے گئے تھے، اس لیے کہ وہ پورے عالم کے تمام انسانوں کو سَتّی مَارگ (صراط مستقیم) دکھانے کے لیے آئے تھے، آپ کو بھی ان سے محبت اور آستھا اتنی ہی ہونی چاہئے جتنی مجھ کو ہے، ان کتابوں میں ساشٹا نگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس سے نماز کو ثابت کیا جا سکتا ہے، مثلاً نَم + اَج یعنی اَجْنَما کے سامنے جھکنا یعنی ایسے خدا کے سامنے جھکنا جسنے نہ جنم لیا ہو نہ دیا ہو "لم یلد ولم یولد"۔

ساشٹ + انگ آٹھ انگ (اجزاء) کے ساتھ جو عبادت کی جائے اور اس وقت نگاہ بھی ناک کے اگلے حصے پر ہو جسے گیتا نے اس طرح کہا ہے "سَمْپِریُکْچھ نَاسِیکا گرَمُ سُویَمُ دِشَچْنَا وُلَو کَیَن" (گیتا 6:13)

اس طرح واحد شکل صرف سجدے کی بنتی ہے، اسی طرح قیام اور رکوع کا بھی تذکرہ اشارتاً ملتا ہے، جس کا ذکر سے قریب کیا جا سکتا ہے، دعوی نہیں کیا جا سکتا کہ واقعی نماز ہی مراد ہے۔

اب انشاء اللہ رسالت کے کم وبیش اشکالات کے ساتھ بات سمجھ

میں آ جائے گی اور کلمہ پڑھنے پر ابھی نہیں تو چند دنوں کے بعد تیار ہو جائے گا ورنہ اپنے مذہب کے بارے میں اس کے ذہن میں سوالیہ نشان ضرور لگ جائے گا اور پھر انشاء اللہ اس آیت کا مصداق ہوگا "فَاَمَّاالزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا مَايَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ" (الرعد۱۷)

ترجمہ: ''جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہے، وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے'' پھر اسی کے نتیجہ میں "جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ" کے ظہور سے یہ چمن معمور ہوگا اور نغمۂ توحید سے گونج اٹھے گا۔

غیر مسلموں میں تبلیغی مساعی کو مندرجہ ذیل عمل کے ذریعہ مستحکم بنایا جاسکتا ہے:

۱- تمام مذاہب کی کتب مقدسہ کے تقابلی مطالعہ کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کو واضح کرنا۔

۲- تعلیمات ادیان عالم کے مراکز تحقیقات قائم کرنا۔

۳- غیر مسلموں خصوصاً ہندو مذہب میں دعوت وتبلیغ کو محبت وہمدردی کے جذبے سے عام کرنا، خود چل کر ملاقات کرنا اور ان کے اشکالات کو خوش بیانی سے رفع کرتے ہوئے ان کے سامنے مذہب ''یعنی اسلام'' کو پیش کرنا۔

۴- غیر مسلموں سے ملاقات کا ہفتہ میں کم از کم ایک دن اول مرحلہ میں ایک گھنٹہ وقت نکال کر جانا، خالص ہدایت کی غرض سے اور اشاعت اسلام کے لیے ہمہ وقت کوشش کرنا۔

۵- غیر مسلموں سے ملاقات کے وقت یا مذہب اسلام پر کی جانے والی تنقیدوں اور حملوں کا جواب تحریر کرنا اس کے لیے اخبار ورسائل کا اجراء اور دینی کتب کی اشاعت کرنا۔

۶- اسلامی تہذیب وتمدن پر زور دینا اور خاص طور سے اسلام کی تاریخ اور ابتداء (آدمؑ) سے عوام الناس کو روشناس کرانا۔

۷- ملک کے تمام اسلامی حلقوں اور تحریکوں کو اس کام کے لیے خصوصاً متحد ہو کر دعوت وتبلیغ اور اشاعت دین کے مشن کو ملک گیر پیمانہ پر اور عالمی سطح پر بغیر کسی شور وہنگامہ کے بروئے کار لانا۔

۸- مسلم نوجوانوں کو منتخب کر کے ان کو خود اعتمادی کے ساتھ اشاعت اسلام کے لیے تیار کرنا۔

۹- مسلم عوام کو غیر مسلموں کے ساتھ اچھے اخلاق برتنے پر زور دینا اور اسلامی تعلیمات سے آشنا کرانا۔

۱۰- انسانیت کے فروغ وبقا کے لیے جدوجہد کرنا۔

۱۱- ایسے کتابچوں کا انتظام کرنا جن میں اسلام میں داخل ہونے والوں کے لیے تشفی بخش سامان ہو، اور انھیں یہ محسوس ہو کہ ہمارا مذہب بدلا نہیں گیا ہے بلکہ وہی مذہب ہے جس پر ہمارے اول باپ آدمؑ تھے۔

۱۲- کسی ایسی تعلیم گاہ کا انتظام کرنا جہاں اسلام میں آنے والوں کو مختصر وجامع تربیت دی جاسکے۔

۱۳- تمام بڑے شہروں میں ایسے کتب خانوں کا نظم کیا جائے جن میں تمام مذاہب کی کتب موجود ہوں۔

/////☆☆☆☆/////

گزارش

ماہنامہ نقوش اسلام ایک دینی، دعوتی تاریخی معلوماتی، ادبی اور اصلاحی رسالہ ہے اسے خود بھی پڑھئے اور اپنے زیادہ سے زیادہ احباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے اس کی سال بھر کی ممبری فیس صرف ۱۰۰/روپیہ ہے۔

(ادارہ)

انجام عمل

تکبر ایک مہلک اور ناسور بیماری ہے

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری، مرکز احیاء الفکر الاسلامی

تکبر ایک ایسی مہلک اور ناسور بیماری ہے کہ جس کے اندر یہ بیماری پیدا ہوجاتی ہے، اس کے تمام اعضائے رئیسہ اس بیماری سے اس قدر متأثر ہوجاتے ہیں کہ پھر اسے اس کے انجام کی اچھائی اور برائی کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں ہوتا، اگر غور کیا جائے تو آج کل اس کی لپیٹ میں اکثر آدمی نظر آتے ہیں جو اس مہلک مرض میں لگ کر اپنے آپ کو کھو رہے ہیں، کوئی بھی کام کرتے وقت ان کو یہ اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ ہم صرف اپنی ناک کو اونچی کرنے کے لیے اور دوسروں کو دکھانے کے لیے یہ سب کام کر رہے ہیں اور یہ طرز عمل ہمارے لیے نقصان دہ بھی ہے، مگر پھر بھی ہم خود کو اس سے دور نہیں رکھ پاتے؛ بلکہ اس مقصد کے لیے ہر وہ طریقے اپناتے ہیں جو مناسب نہیں ہوتے، حتی کہ اگر اس کے لیے دوسروں پر ظلم وزیادتی کی نوبت آجائے تو اس میں بھی کسی طرح کی کسر باقی نہیں رکھی جاتی، ظاہر ہے کہ یہ سوچ حد درجہ نقصان دہ ہے، چونکہ اس بیماری کا نہ صرف ان کی ذاتی زندگی پر غلط اثر پڑتا ہے بلکہ اس کی لپیٹ میں پورا معاشرہ آجاتا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایسے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے نکل پانا ایک خواب تصور کیا جانے لگتا ہے، اس لیے اس بیماری سے نہ صرف خود کو دور رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے؛ بلکہ دوسروں کو بھی اس سے باز رہنے کی تلقین کرنی چاہئے۔

تکبر لغت میں بڑائی کے اظہار کو کہتے ہیں "تکبر" کبر سے بنا ہوا ہے، تکبر کے معنی آتے ہیں شیخی بگھارنا، کبر ونخوت سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، ناحق بات پر اصرار کرنا، حق بات کو ٹھکرانا، غلط بات کہہ کر غلطی واضح ہوجانے پر حق بات کو قبول نہ کرنا، شریعت پر چلنے میں خفت محسوس کرنا، شہرت کا طالب ہونا، اعمال میں ریاکاری کرنا، شادی بیاہ میں دنیاداری کی رسمیں برتنا اور یہ خیال کرنا کہ اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو لوگ ہمیں برا بھلا کہیں گے، یہ سب چیزیں تکبر میں داخل ہیں۔

غرور وتکبر کتنا نقصان دہ مرض ہے اس کو قرآن کریم کی اس آیت سے بجا طور پر سمجھا جاسکتا ہے "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالاً فَخُوْرًا" (سورۃ نساء آیت ۳٦) کہ بے شک اللہ تعالی دوست نہیں رکھتا اس شخص کو جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں اور شیخی کی باتیں کرتے ہیں، اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی مذمت بیان کی گئی ہے جو اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں، ہمیشہ فخر، کبر، نخوت کے نشے میں بھرے رہتے ہیں، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا یہ بہت بڑا روگ ہے اور اکثر گناہ اسی وجہ سے ہوتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ابتدائی دور میں جو بھی کافر ومردود ہوا وہ محض اپنے غرور وتکبر کی وجہ سے ہوا، بہت سے لوگ اس بنا پر ایمان کی دولت سے محروم بھی ہوگئے؛ کیونکہ ابتدائی اوقات میں انبیاء کو ماننے والے جو لوگ ہوتے تھے، ان میں اکثر لوگ ذاتی طور پر کمزور وغریب ہوا کرتے تھے، جس کا اس دور کے شرفاء مذاق اڑایا کرتے تھے اور اسی کو بہانہ بنا کر ایمان کی دولت سے بھی محروم رہتے تھے، یہ طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک قائم رہا، چونکہ آپ کے اصحاب بھی غرباء اور کمزور تھے، اس لیے مشرکین مکہ ان سے اپنے متکبرانہ انداز میں کہا کرتے تھے کہ ہماری شرافت ان کے ساتھ بیٹھنے سے روکتی ہے اس لیے آپ ان کو الگ کردیجئے تا کہ ہم ایمان لاسکیں، لیکن چونکہ

آپ کو یہ بات پسند نہ تھی اس لیے نہ تو آپ ایسا کر سکے اور نہ ہی ان متکبرین کو ایمان کی دولت مل سکی، یہود باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وسچائی پر یقین رکھنے کے تکبر کی بنا پر ایمان لانے سے گریز کرتے رہے اور کہتے رہے کہ اگر ایسا کر لیا گیا تو آپ کی پیروی کرنی پڑے گی اور ہماری چودھراہٹ ختم ہو جائے گی، یہی نہیں بلکہ آپ کے چچا ابوطالب کو اسی بیماری (تکبر وغرور) نے کفر پر مرنے اور ان کو ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنمی بنا دیا۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ جب ابوطالب مرنے لگے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور فرمایا چچا جان! تم ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دو، تا کہ مجھے خدا کے سامنے تمہاری سفارش کرنے کی دلیل مل جائے، اس وقت وہاں ابوجہل اور عبداللہ ابن امیہ بھی موجود تھے، انہوں نے کہا کہ اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کی ملت (مذہب) کو چھوڑنا چاہتے ہو؟ یہ سننا تھا کہ ابوطالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ فی الحال برادری میں میری جو بڑائی اور عزت ہے اگر میں نے مرتے وقت اسلام قبول کر لیا تو لوگ کہیں گے کہ ابوطالب مرتے وقت اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر مر گیا جس سے میری رسوائی ہوگی۔

تکبر چونکہ خود کو بڑا سمجھنے کا نام ہے، اس لیے اس کی سزا بھی ذلت والی ہے، حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تکبر کرنے والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح ہوگا، جسم چیونٹیوں کے برابر ہونگے اور صورت انسانوں کی ہوگی، ہر طرف سے ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اور اسی حال میں ان کو دوزخ کے جیل خانہ کی طرف چلایا جائے گا''۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج حاصل ہوئی اور جنت ودوزخ کی سیر کرائی گئی تو اسی سیر وتفریح کے درمیان جبرئیل امین علیہ اسلام آپ کو ایسے مقام پر لے گئے جہاں یہ منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کو ملا کہ بڑے بڑے لوگ ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ ان کے سر پتھروں کے پاٹوں میں پیسے جا رہے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ بار بار مرتے اور زندہ کیے جاتے ہیں، حضورؐ نے جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں کہا یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں غرور وتکبر کرتے تھے، اب یہاں ان کے غرور کو ان کے ناک سے نکالا جا رہا ہے اور یہی حال قیامت تک رہے گا۔

غرور وتکبر کی وجہ سے ہی ابلیس نے ہمیشہ ہمیش والی زندگی سے ہاتھ دھولیا تھا وہ خدا کے سامنے اڑ گیا اور کہنے لگا کہ میں نوری مخلوق ہوں آدم علیہ السلام تو مٹی کے بنے ہوئے ہیں میں ان کو سجدہ نہیں کروں گا، جس کی تصریح فارسی کی ایک کتاب پندنامہ میں شیخ فریدالدین عطار نے درج ذیل شعر میں اس طرح کی ہے۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بہ زندان لعنت گرفتار کرد

غرور وتکبر نے شیطان کو ذلیل کیا اور لعنت کے طوق میں گرفتار کر دیا، غرضیکہ تکبر نے نہ معلوم کتنے لوگوں کی زندگی غارت کر دی، اس لیے تکبر ہرگز نہیں کرنا چاہئے؛ کیونکہ غرور وتکبر کی وجہ سے انسان خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر یہ ادا نہیں کرتا اور یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی عقلمندی سے ساری نعمتوں کو حاصل کرتا ہوں، چنانچہ ایک موقع ایسا آتا ہے کہ تکبر کرنے والے کو اللہ تعالی بلندی سے ذلت وپستی کی سمندر میں گرا دیتا ہے۔

اس لیے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ زندگی گزاریں تا کہ دوسروں کے ذہن میں یہ بات نہ پیدا ہو کہ فلاں آدمی تکبر کرتا ہے اور اپنے آپ کو بہت اونچا اور بڑا سمجھتا ہے، حدیث پاک میں آتا ہے ''من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ'' جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالی اسے بلند کر دیتے ہیں۔

اس لیے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالی سے دعا کریں کہ غرور وتکبر جیسی بیماری سے ہماری حفاظت فرمائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے والا بنائے۔ آمین

///////☆☆☆☆////////

تہذیب وتمدن

مسلم خواتین اور مغربی تہذیب وتمدن

مولانا انعام الرحمٰن مدرسہ فلاح المسلمین تیندوہ، رائے بریلی

ایک وہ زمانہ تھا کہ عورتیں سب سے بدترین مخلوق سمجھی جاتی تھیں، ان کی پیدائش کو منحوس سمجھا جاتا تھا، معاشرے میں ان کا کوئی مقام ومرتبہ نہ تھا، بچہ جننے والی عورت کے شوہر کو اگر معلوم ہوتا کہ بیٹی پیدا ہوئی ہے تو چہرہ فق پڑ جاتا، دن بھر سیاہی چھائی رہتی اور اندر ہی اندر پیچ وتاب کھاتا اور گھٹتا رہتا اور لوگوں سے منہ چھپائے پھرتا، اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا کہ اس بچی کو ذلت کے ساتھ رکھے یا سپرد خاک کردے، قرآن کریم کی آیت:"إذابشر أحدهم بالأنثى ظل وجهه مسوداً" میں اسی حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے، اس دور میں عورت صرف خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ تھی اور اس کے ساتھ سلوک باندیوں جیسا تھا، ظلم وبربریت کی چکی میں پیسی جا رہی تھی، یہ معصوم کلی کھلتے ہی مرجھا جاتی اور خود باپ ہی کے ہاتھوں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی۔

لیکن جب اسلام کا چراغ روشن ہوا تو اس نے "وإذا الموؤدة سئلت" کا اعلان کر کے دختر کشی کو حرام کر دیا۔

یہ اسلام کا صنف نازک پر بہت بڑا احسان ہے، جس پر انہیں ہمہ وقت شکر خداوندی بجالانا چاہئے کہ اس نے عورتوں کو حقیقی عزت دی، اور ان کے مقام ومرتبہ کو بہت بلند کیا۔

"هن لباس لكم وأنتم لباس لهن" سے مرد وعورت میں قربت اور باہم چاہت نیز ایک دوسرے کے لیے باعث راحت وزینت ہونے کو واضح کیا، عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے چار روپ دے کر ہر ایک کے مقام کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا، کہیں "الجنة تحت أقدام أمهاتكم" کہہ کر ماں کی خدمت کو دخول جنت کا سبب بتایا، تو کہیں "الرجال قوامون على النساء" کہہ کر مرد کی قوامیت کے ساتھ ساتھ عورت کو چہار دیواری کے اندر رہنے کی تعلیم دی، اور شمع محفل بننے کے بجائے گھر کی ملکہ (رانی) اور گلدستہ قرار دیا۔

لیکن آج وہی عورت اسلام کے عظیم احسانات فراموش کر کے اور اس کی تعلیمات واحکام کی پامالی کر کے حدود وقیود سے باہر ہوگئی ہے اور اپنے مقام ومنصب کو بھول کر یا بھلا کر دکانوں، ہوٹلوں، محفلوں، کلبوں اور سڑکوں وچوراہوں کی نہ صرف رونق بن گئی بلکہ دوسروں کو اپنے حسن وجاذبیت اور کشش سے اپنی طرف مائل کر کے بازاروں میں اپنے حسن وجمال کو دعوت نظارہ دیتی نظر آرہی ہے، شرم وحیا اور غیرت وحمیت کو بالائے طاق رکھ دیا ہے، جس سے اس کی چادر عصمت تار تار ہوگئی ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے "فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰه" کہہ کر نیک اور پاکدامن وپاکباز خواتین کی تعریف فرمائی ہے، مغربی تہذیب وتمدن سے مسحور بلکہ اس پر فریفتہ ودلدادہ ہو کر T.V رنگین جرائد Adultphoto کو دیکھ دیکھ کر نقالی میں نیم برہنہ ہوتی گئی اور اپنے آپ کو Uplodate و V.I.P بننے اور بنانے کے چکر میں پھنس کر مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کی ایسی دیوانی ہوئی کہ اس کے قدم خود بخود بے حیائی وبے پردگی کی طرف بڑھنے لگے، جس کو دیکھ کر اسلام کی باغی حکومتوں نے انگڑائیاں لیں اور ان عورتوں کا بربادی واسلام کے خلاف عمل پیرا ہونا اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور خوشی سے جھومتے ہوئے اس کو سرکاری کرسی عطا کردیں۔

جس کی بنا پر ہماری مائیں اور بہنیں سرکاری آفسوں میں نظر آنے لگیں، چاہے وہ ریلوے کا ٹکٹ ونڈو اور انکوائری آفس ہو، یا بینک کا

کاؤنٹر اور منیجر کی کرسی ہو، غرض ہر جگہ وہ جلوہ گر نظر آتی ہیں اور رونق محفل بن کر غیر مردوں کی آتش فشاں نظروں اور زہر آلود نگاہوں اور ان کی ہوس رانیوں کا شکار بنتی ہیں، گویا کہ انہوں نے پوری دنیا میں " فإن أول فتنة فی بنی اسرائیل کانت فی النساء " کی دبی ہوئی چنگاری کو پھونک کر شعلہ جوالہ بنادیا ہے۔

لیکن دوسری جانب یہ نہیں سوچتیں کہ اگر ہم سے کوئی یہ سوال کر بیٹھے کہ تم نے اپنی حیثیت وفطرت اور قدرت کی عطا کی ہوئی دولت کیسے کسی مارکٹ میں فروخت کر دی؟ تمہاری شرم وحیا کی چادر کیسے اتر گئی ؟ تمہارے سینہ کا دوپٹہ کس نے نوچ لیا؟ مغربی تہذیب وتمدن پر عمل پیرا ہو کر کیا حاصل ہوا؟ کیا ملا اور کیا کھو گیا؟

تو ان کا جواب کیا ہوگا، اگر ہماری بہنیں سنجیدگی سے سوچیں اور ان سوالات کے جوابات اپنے اندر تلاش کریں تو ضرور انھیں جوابات روشن مینار کی طرح نظر آئیں گے اور وہ کہنے پر مجبور ہوں گی کہ اس Mardon اور Uptodate دور اور مغربی تہذیب وتمدن نے ہمارا پرچم سرنگوں کر دیا، دل کو سوز یقین سے خالی کیا، روح ایمان کی پامالی کی، پرنور چہرے کو ظلم کی بے حالی دی اور ہمیں اسلام کی سعد بختی سے نکال کر تیرہ بختی دی اور جہنم کی ڈگر پر لا کر ڈال دیا۔

کاش ! آج ہماری بہنیں اور مائیں سنجیدگی سے سوچیں اور فطرت کے ساتھ بغاوت سے گریز کریں، اس مغربی تہذیب وتمدن کے ناپاک طرز عمل کو زیر قدم کر دیں، تو ممکن ہے کہ جنت کی حوریں ان سے آج بھی شرما جائیں اور دنیا میں ان کی وجہ سے پھیلی ہوئی بے شمار برائیاں اور فتنے کم پڑ جائیں۔

اللہ تعالی ہماری ماؤں اور بہنوں کو اپنی عطا کردہ عزت وآبرو کی حفاظت اور مقام ومرتبہ سے شناسائی کی توفیق عطا کرے اور شمع انجمن بننے اور جگہ جگہ اپنی اداؤں کے دام میں پھنسانے اور مسکراہٹیں بیچنے سے بچائے، باحیاء اور باشرم بنائے۔ آمین

//////٭٭٭٭//////

❁ بکھرے موتی ❁

اپنے کسی بھائی کو مشکل میں دیکھ کر خوش مت ہو، ممکن ہے اللہ اسے مشکل سے نکال کر تمہیں مشکل میں ڈال دے۔ (حضرت محمد ﷺ)

حسد بدن کو گلا دیتا ہے، جب کہ قناعت بدن کو تازگی بخشتی ہے۔ (حضرت سلیمان علیہ السلام)

وہ کبھی بھی مطمئن اور قانع نہیں ہو سکتا، جو حاجات زندگی کے علاوہ بھی اور دوسری چیزوں کی حرص رکھے۔ (حضرت ادریسؑ)

ہر ایک چیز کی زکوۃ ہے اور عقل کی زکوۃ یہ ہے کہ نادانوں کی بات پر تحمل کیا جائے۔ (حضرت علیؓ)

خود کو ایسا ہی ظاہر کرو جیسے تم ہو، یا ویسے بن جاؤ جیسا خود کو ظاہر کرتے ہو۔ (بایزید بسطامیؒ)

جو نصیحت نہیں سنتا وہ ملامت سننے کا شوق رکھتا ہے۔ (شیخ سعدیؒ)

قیدی وہ ہے جس کا دل اس کے پروردگار کی طرف سے بند ہو جائے اور قید وہ ہے جسے خواہشات ہر طرف سے گھیر لیں۔ (ابن تیمیہؒ)

جب نیک اور بد سب گزر جاتے ہیں، تو بہتر ہے کہ تیرا نام نیکی سے زندہ رہے۔ (امیر خسروؒ)

وہ شخص عقلمند نہیں جو دنیاوی لذتوں سے خوش اور مصیبتوں سے مضطرب ہے۔ (افلاطون)

وضاحت

ماہنامہ "نقوش اسلام" کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

ماہنامہ نقوش اسلام

ایک عظیم اصلاحی تحریک کانام ھے

صرف ایک ممبر بنا کر آپ بھی اس تحریک میں شامل ہو جائیے۔

(ادارہ)

پیغام عمل

چٹانیں چور ہوجائیں جو ہو عزم سفر پیدا

مولانا محمد نظام الدین ندوی استاذ مرکز احیاء الفکر الاسلامی

جب ہم موجودہ دور میں ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کی نجی اور عائلی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں، ان کی ناکامیوں اور زندگی کے ہر میدان میں ان کے تخلف وانحطاط کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آج کے مسلم نوجوانوں کی کوئی منزل ہی نہیں، کوئی مقصد زندگی نہیں، کوئی لائحہ عمل نہیں، کوئی تجویز نہیں اور ایسا کوئی پلان نہیں جن کے حصول کے لیے کدوکاوش کی انہیں ضرورت ہو یا جن کے لیے وہ بخوشی ہر اس مشقت کو برداشت کرسکیں، ان کے اندر وہ جذبہ کامل اور احساس عمل نہیں جو ان نوجوانوں کو منزل مقصود تک پہنچانے میں معاون ثابت ہو اور وہ ایمانی قوت نہیں جو انہیں ایمانی لذت سے روشناس کرا سکے، انہیں ایسی کوئی سرپرستی حاصل نہیں جس سے ان کو صحیح رہنمائی مل سکے، اچھے تعلقات نہیں، اچھی صحبت حاصل نہیں جن میں ان کی صحیح اسلامی نہج پر تربیت ہوسکے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہیں ایسا ماحول اور ایسا معاشرہ میسر نہیں جس میں وہ اپنے آپ کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کرے، یا ان کے اندر بھلائی کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا جذبہ پیدا ہو سکے، حالانکہ جب تک انسان کو یہ چیزیں حاصل نہیں ہو جاتیں ان کی زندگی میں کوئی اصلاحی انقلاب آنے کا امکان نہیں ہوتا، علامہ اقبال نے اسی حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

تیرے صوفے ہیں افرنگی، تیرے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے، جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زور حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی

سچ یہ ہے کہ جب کسی قوم وملت سے مقصدیت ختم ہوجاتی ہے، احساس ذمہ داری کا فقدان ہوجاتا ہے، یا ان کے نوجوانوں میں قوت عمل، قوت برداشت اور عزم وارادہ، یقین وتوکل، محنت کرنے کی صلاحیت اور کچھ کرنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا نہیں ہوتا تو پھر اس قوم وملت کی تقدیر میں زوال وانحطاط، ذلت وپستی، ناکامی ونامرادی لکھ دی جاتی ہے، پھر اس کے اندر غیروں کی مرعوبیت بٹھادی جاتی ہے، اس کا رعب ودبدبہ ختم ہوجاتا ہے، اس کے اندر سستی وکاہلی، عیش وعشرت آرام وراحت اور ضیاع وقت جیسی گھناؤنی صفتیں پیدا ہوجاتی ہیں، پھر وہ غیر قوموں کا نہ صرف دست نگر بن جاتی ہے بلکہ دوسروں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگتی ہے، اور حاکمانہ کے بجائے محکومانہ زندگی گزارنا ان کا شیوہ بن جاتا ہے اور ہر وقت اسے یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی خارجی قوت اسے تہہ وبالا نہ کردے، نیست ونابود نہ کردے اس کی تہذیب وثقافت، عادات وکردار، رسم ورواج، اور زندگی گزارنے کا طرز غیروں سے متأثر ہونے لگتا ہے۔

تجھے حق ہی کہاں ہے شکوۂ ناکامی کا
بنایا بھی ہے کوئی زندگی کا مدعا تو نے

لیکن اللہ تعالی نے انسان کو ایک بہت بڑی دولت سے نوازا ہے جسے کوئی چھین نہیں سکتا ہے، اس کے اندر، ہمیشگی اور ابدیت ہے، وہ لازوال ہے، وہ فنا ہونے والی نہیں، بلکہ باقی رہنے والی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی قدر کی جائے، اس کو صحیح استعمال میں لایا جائے اور ایک ایک لمحہ کا محاسبہ کیا جائے کہ کہیں کسی موڑ پر اس کا غلط استعمال تو نہیں

ہو رہا ہے، فضول باتوں، فضول کاموں میں برباد تو نہیں ہو رہا ہے، اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ کوئی اور دولت نہیں، بلکہ وہ وقت کی دولت ہے، ہر انسان اسی دنیا میں زندگی گزارتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں ایک انسان اپنے وقت کا، اپنے زمانہ کا، اپنے شہر کا، اپنے ملک کا بلکہ پوری کائنات کا ممتاز شخص مانا جاتا ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوا اس کے اسباب وعلل اور وجوہات کیا ہیں، مثبت جواب یہ ہے کہ اس نے وقت کی قدر کی اس کا صحیح استعمال کیا، ایک ایک لمحہ کا محاسبہ کر کے بیکار باتوں اور کاموں سے اس کی حفاظت کی؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب کسی انسان کو کوئی نعمت اور دولت بغیر کسی تگ ودو اور محنت ومشقت کے مل جائے تو لاشعوری طور پر اس سے اس کی ناقدری شروع ہو جاتی ہے اور بعد میں ندامت وحسرت کے آنسوں بہانے سے بھی اس کی تلافی نہیں ہو پاتی، اسی طرح وہ ساری زندگی مزید نعمتوں کے حصول سے محروم ہو جاتا ہے، اس لیے انسان کو اللہ کی ہر نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے، وقت کا شکر یہ ہے کہ اسے صحیح استعمال میں لایا جائے اور اس کی حفاظت کی جائے اور اس کے غلط اور بے جا استعمال سے پرہیز کیا جائے، تب ہی وقت انسان کو یکتائے زمانہ بنا سکتا ہے اور اسے فرد فرید کی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے اور ہر چہار جانب اس کے علم ودانش اور اس کی فنی مہارت کے چرچے ہونے لگتے ہیں، ہر زبان اسکی تعریف وتوصیف سے تر رہتی ہے، لیکن جب اس کی ناقدری کیجائے تو یہی وقت انسان کو ذلت وخواری اور حسرت وندامت کا منھ دکھاتا ہے، اور گردش زمانہ اسے معاف نہیں کرتا اور آئندہ زندگی میں وہ دوسروں کا محتاج اور دست نگر بن کر رہ جاتا ہے۔

مذاہب عالم میں دین اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے وقت کی اہمیت وقدر پر زور دیا ہے، موجودہ دور میں جس قدر ترقیاں ہو رہی ہیں اور جس برق رفتاری سے زمانہ گردش کر رہا ہے اس سے وقت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ آج دیگر قومیں جس قدر وقت کی اہمیت سمجھ رہی ہیں اور اس کے صحیح استعمال کی کوشش کر رہی ہیں شاید امت مسلمہ کا نوجوان طبقہ اس سے غافل ہے اور ان کا اکثر وقت پارکوں، ٹھیٹروں، سنیما ہالوں، تفریحی مقاموں میں، یاروں اور دوستوں کے ساتھ فضول باتوں، لایعنی اور لاحاصل کاموں میں گذرتا ہے، جو امت اسلامیہ کی زبوں حالی کی کھلی وجہ ہے، چونکہ کسی بھی قوم کی کامیابی وکامرانی کا راز اس کے محنت اور فعال نوجوانوں میں مضمر ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر اس قوم کا نوجوان طبقہ ہی سستی وکاہلی، آرام طلبی وراحت طلبی کا شکار ہو جائے تو پھر اس قوم کی پستی وگراوٹ اور زوال وانحطاط میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا؟۔

قرآنی آیات، احادیث نبوی اور انبیاء کرام کے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام کے طرز عمل اور اسلاف کی زندگی کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک وقت کی حد درجہ اہمیت تھی اور انہوں نے وقت کو صحیح استعمال میں لاکر دین اسلام کی دعوت دی اور اس کے ابدی پیغام کو دوسروں تک پہنچایا، ہمارے اسلاف کی یہ فکر ہوتی تھی کہ زندگی کا کوئی بھی لمحہ اس طرح نہ گذرے کہ اس میں کوئی نیکی یا کسی علم نافع کا حصول نہ ہو، پھر ایک مسلم جو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو اور اسے معلوم ہو کہ اللہ تعالی اس کی زندگی کے ایک ایک لمحہ سے باخبر ہے پھر بھی وہ اس کا غلط استعمال کر کے فضول باتوں اور کاموں میں اپنا سونے سے بھی زیادہ قیمتی وقت برباد کرے اسے کیونکر صحیح کہا جا سکتا ہے، اس لیے نوجوان طبقہ کو اپنے قیمتی وقت کی قدر کرنی چاہئے اس کی تنظیم وتحدید کرنی چاہئے اور اپنا نظام الاوقات بنانا چاہئے، یہی عقلمندی اور دانشمندی ہے، ماضی میں بھی جن نوجوانوں نے وقت کی قدر کی انہوں نے ہی تاریخ رقم کی ہے کیونکہ انہوں نے وقت کا صحیح استعمال کیا تھا۔

راقم السطور اپنے محدود مطالعہ کی بنا پر اپنے نوجوان بھائیوں کامیابی اور منزل مقصود کی حصولیابی کیلئے چند اصولی باتیں تحریر کر رہا ہے شاید اس سے نوجوان طبقہ کو رہنمائی مل سکے۔

۱-**عزم مصمم**: کسی بھی کام کرنے سے پہلے ایک ایمانی جذبہ کے ساتھ ایک عزم ہو ایک ارادہ ہو اور اس کے ساتھ کسی مخلص اور ہمدرد

کا مشورہ بھی عزم وارادہ کے ساتھ ضروری ہے تا کہ وقتاً فوقتاً اسے صحیح اور مخلصانہ مشورہ ملتا رہے، پھر نوجوان پختہ ارادہ کر لے کچھ کرنے کا، کچھ بننے کا، امت اسلامیہ کو کچھ دینے کا، دین اسلام کی خدمت کرنے کا، گلی گلی، چپہ چپہ، قصبہ قصبہ، شہر شہر، ملک ملک دین اسلام کے ابدی وسرمدی پیغام کو پہنچانے کا، اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر گزارنے کا، تو پھر دنیا کی کوئی طاقت کوئی حکومت یا خارجی قوت اسکے عزم کو اس کے ارادے کو اور اس کے حوصلہ کو پست نہیں کر سکتی ۔

جوانوں یہ صدائیں آرہی ہیں آبشاروں سے
چٹانیں چور ہو جائیں جو ہو عزم سفر پیدا

۲-**یقین وتوکل**: عزم مصمم کے بعد اپنی کامیابی پر یقین ہو، خود اعتمادی ہو؛ لیکن یہ خود اعتمادی خدا اعتمادی سے تجاوز نہ کرنے پائے، وہ احساس کمتری کا شکار نہ ہو، بلکہ اپنی ہمت جواں اور حوصلہ بلند رکھے، اپنی منزل پر اس کی نظر ہو اور پھر خود کو اس آیت کا مصداق ثابت کر سکے "إذا عزمت فتوکل علی الله ان الله یحب المتوکلین" (آل عمران)

۳-**عمل**: عزم وتوکل کے بعد عمل ہو، محنت ہو، اپنے مقصد کی حصولیابی کے لیے مشقتوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کرے، رات، دن سوتے جاگتے اپنے مقصد کی حصولیابی میں لگا رہے، اپنی تمناؤں، آرزؤں کو پوری کرنے کی کوشش کرتا رہے، اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے اپنے آپ کو کھپائے، اپنی تمام تر خواہشوں کو ایک مقصد اصلی کی خاطر قربان کرے، آرام وراحت، چین وسکون اس کی زندگی سے اس وقت تک دور رہے جب تک وہ اپنی منزل تک پہنچ نہ جائے اور ساتھ ہی ساتھ اس راہ میں جو بھی مصائب وآلام آئے انہیں ہنسی خوشی اور صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کرے، تب جا کر وہ منزل تک پہنچ سکے گا اور پھر تاریخ انسانی اسے کبھی نہیں بھلا سکتی اور وہ زندہ وجاوید ہو جائے گا لیکن......

مٹادو اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہو
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

۴- **محاسبہ**: لیکن عمل کے ساتھ اپنے کام اور اپنی محنت کا وقتاً فوقتاً پابندی کے ساتھ محاسبہ بھی کرتا رہے اور جائزہ بھی لیتا ہے، جہاں جہاں کوتاہی ہوا سے دور کرنے کا عزم کرے اور آئندہ کے لیے بہتر سے بہتر انداز میں بلکہ مثالی انداز میں اپنے مقصد کے حصول میں لگا رہے اور اللہ سے اپنی کامیابی کی امید رکھے انشاءاللہ ایک دن وہ آئے گا جب وہ اپنی تمناؤں کو اور آرزؤں کو پوری ہوتے اور اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہوتے ہوئے دیکھے گا۔

منزل کی جستجو میں کیوں پھر رہا ہے راہی
اتنا عظیم ہو جا کہ منزل تجھے پکارے

۵- **صبر**: اور اخیر میں جو کام سب سے اہم اور قابل عمل ہے وہ صبر ہے، چونکہ انسان کی زندگی میں بعض مرحلے ایسے بھی آتے ہیں جہاں اسے صبر کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے انسان کو صبر واستقامت، استقلال وثبات قدمی اور مداومت وہمیشگی کی روش پر چلنا چاہئے؛ کیونکہ حدیث میں ہے "احب الاعمال إلی الله ادومها" اللہ تعالی کو سب سے زیادہ وہ کام محبوب ہے جو پابندی کے ساتھ، مداومت کے ساتھ کیا جائے اور قرآنی اصول بھی یہی ہے کہ محنت کے بقدر ہی انسان کو کامیابی ملتی ہے "لیس الانسان ما سعی" اللہ تعالی کسی انسان کی محنت اور کوشش کو رائیگاں نہیں کرتا؛ لیکن یہ چیز اسے جب ہی حاصل ہوتی ہے جب وہ مداومت کرتا ہے اور پابندی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہے چوں کہ ایسا کرنے سے وہ عمل اللہ تعالی کو محبوب ہو جاتا ہے اور جو عمل اللہ تعالی کو محبوب ہو جائے پھر اس میں ناکامی ناممکن ہے، لہٰذا نوجوان طبقہ کو چاہئے کہ وہ اس شعر کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی زندگی اور تقدیر سنوارنے میں لگ جائے۔

اوروں کے بنانے سے تقدیر نہیں بنتی
ہم جہد مسلسل سے تقدیر سنواریں گے

///☆☆☆☆☆////

اصلاح باطن

گناہ تو گناہ ہے ظاہر میں ہو یا باطن میں

مولانا محمد ارشد کبیر خاقان مظاہری، ہماچل پردیش

قرآن کی آیت "و ذروا ظاھر الاثم و باطنه" میں ہمیں اس بات کا حکم دیا جارہا ہے کہ گناہ جو ہم ظاہر میں کرتے ہیں یا چھپے ہوئے کرتے ہیں وہ سب چھوڑ دیں گناہ ہر اس کام کو کہتے ہیں جو کتاب وسنت کے خلاف کی جائے اسی طرح اللہ رب العزت کے حکم کو توڑنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑنا بھی گناہ ہے، گناہ کا ایک معقول حل یہ ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے، اگر نہیں چھوڑیں گے تو اس کی عادت اتنی پکی اور راسخ ہوتی چلی جائے گی کہ پھر یہی عادت عقل پر اتنی غالب آ کر انسان کے لیے روحانی موت کا سبب بن جائیگی، گناہ کی ابتداء کچے دھاگے کی طرح کمزور ہوتی ہے، کچے دھاگے کو کم عمر بچہ بھی توڑ دیتا ہے، ابتدا میں گناہ کا چھوڑنا بہت آسان ہے؛ لیکن جب ابتداء میں گناہ ترک نہیں کیا جاتا تو وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ گناہ جہاز کے لنگر کی طرح ہوجاتا ہے، جیسے لنگر جہاز کو ہلنے نہیں دیتا، اسی طرح گناہ کرتے کرتے انسان اتنا سخت اور کٹھور ہوجاتا ہے کہ پھر وہ گناہ کو نہیں چھوڑ سکتا، حافظ ابن قیمؒ نے اس کے تعلق سے ایک عجیب بات لکھی ہے، فرماتے ہیں کہ اے دوست! گناہ کرتے وقت یہ مت دیکھنا کہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا، بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھنا جس کی تو نافرمانی کر رہا ہے۔

یوں تو آج کا ہر انسان گناہ کرتا ہے، لیکن ان میں سے جس کے اندر معمولی سی بھی شرم وحیا ہوتی ہے وہ خیال رکھتا ہے کہ گناہ چھپ کر کرے، کسی کے سامنے نہ کرے، ایک بزرگ فرماتے تھے کہ اللہ رب العزت نے مجھے الہام فرمایا ہے کہ لوگوں کو بتادیجئے کہ جب یہ گناہ کرنا چاہتے ہیں تو ان تمام دروازوں کو تو بند کردیتے ہیں جہاں سے دنیا دیکھتی ہے، لیکن اس دروازے کو بند نہیں کرتے جہاں سے میں دیکھتا ہوں، کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں یہ سب سے کم درجہ کا مجھے ہی سمجھتے ہیں؟

عطا بن رباحؒ بڑا الہامی کلام فرماتے تھے، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں ان کا نام آتا ہے، عجیب بات کہی "فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ رب العزت نے الہام فرمایا، عطاء ان لوگوں سے کہہ دو اگر ان کو رزق کی چھوٹی موٹی تنگی آتی ہے تو یہ فوراً لوگوں کی محفلوں میں بیٹھ کر میرے شکوے شروع کردیتے ہیں، جب کہ ان کے نامۂ اعمال گناہوں سے بھرے ہوئے ہیں اور وہ میرے پاس آتے ہیں تو میں فرشتوں کی محفلوں میں بھی شکوے نہیں کرتا۔

عام طور پر گناہ کرنے کی چار وجوہات ھوتی ھیں:

۱- گناہ کرتے وقت بندہ سوچتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، جب دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے تب ہی وہ بے دریغ گناہ پر جرأت کرتا ہے، اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اس کا جواب بھی سمجھا دیا ہے فرمایا" ان ربك لبالمرصاد" بے شک آپ کا رب نافرمانوں کے گھات میں ہے، "مرصاد" کہتے ہیں جب شکاری کو شکار پر نشانہ لگانا ہوتا ہے، تو نشانہ لگانے سے کچھ لمحہ پہلے اس کی نظر شکار پر رہتی ہے، پلک بھی نہیں جھپکتا اور سانس بھی نہیں لیتا، اس حالت کو مرصاد کہتے ہیں، آیت مذکورہ میں بتلایا گیا ہے کہ تمہارا رب تمہاری گھات میں ہے، یعنی اللہ بھی تمہاری نافرمانیوں کا شکار کرنے کے لیے تاک میں بیٹھے ہیں، مثل شکاری کے۔

۲- دوسری وجہ: گناہ کرتے وقت بندہ سوچتا ہے کہ میرا عیب کسی کو

معلوم نہ ہوگا، پوشیدہ طور پر میرا کام ہوجائے گا، مثلاً اگر خاموشی کے ساتھ کسی سے رشوت لے لی، یا کوئی اونچ نیچ کرونگا تو وہ کسی کو معلوم نہ ہوگا، جب یہ احساس پیدا ہوجائے گا، گناہ کا مادہ وجود میں آئے گا، اس کی تردید قرآن کریم میں اس انداز میں کی گئیہے "یعلم خائنة الاعین وماتخفی الصدور" وہ ایسا ہے جو آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور جانتا ہے جو تم سینے میں چھپا کر رکھتے ہو، اب بندہ یہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ کسی کو معلوم نہیں ہوگا، اللہ کو سب معلوم ہے، کیا کر رہے ہو اور کیا ارادہ ہے۔

۳- تیسری وجہ یہ کہ آدمی سوچتا ہے کہ میرے پاس کوئی نہیں تھا، گھر میں بالکل تنہا تھا "جس کا تھا ڈر وہ نہیں ہے گھر اب جو چاہے کر" تو یہ احساس بھی گناہ کا سبب ہوتا ہے، قرآن کہتا ہے " وھو معکم این ماکنتم" اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔

۴- بندہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، باپ فوت ہوگیا، بچہ جوان ہوگیا، ماں کا ڈر نہیں، نڈر رہتا ہے، دوسروں سے کہتا ہے کہ تم میرا کیا بگاڑ لوگے، کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، یہ احساس بھی گناہ کرنے کا سبب بنتا ہے، اللہ رب العزت نے اس کا بھی جواب سمجھایا ہے، کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، تمہارا معاملہ ایک ایسے پروردگار کے ساتھ ہے " ان اخذہ الیم شدید" جس کی پکڑ بڑی سخت ہے " فصب علیھم ربك سوط عذاب" سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔

بہر حال مؤمن کو ہر حال میں گناہ سے دور رہنا چاہئے، کیونکہ گناہوں کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے، آخرت میں تو ہے ہی " کذالك العذاب ولعذاب الآخرة اکبر" یہ تو دنیا کا عذاب ہے آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے، اسی لیے پروردگار نے فرمایا" وذروظاھر الاثم وباطنہ" اور یہ بھی پکی بات ہے کہ گناہ کا وبال ضرور آتا ہے، " انما بغیکم علی انفسکم " تمہاری بغاوت تمہاری اپنی جانوں پر ہے، اس لیے ایک تابعی فرماتے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کا حکم ماننے میں جب بھی مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی میں نے اس کا اثر اپنی بیوی میں، اپنی سواری میں، اپنی اولاد میں کہیں نہ کہیں ضرور دیکھا، کہ انہوں نے میری بات کو ٹھکرا کر نافرمانی کی، بلکہ فرمایا" ولایحیق المکر السیٔ الا باھلہ " جب انسان گناہوں کی تدبیر اپنے دل میں رکھتا ہے یا اس کی سوچ رکھتا ہے تو یہ چیز اس کے اہل پر لوٹتی ہے، کوئی نوجوان یہ نہ سمجھے کہ ہم ہی غیر محرم کو دیکھتے ہیں، کوئی آپ کی بہن کو بھی دیکھتا ہوگا، اس لیے ہم کو چاہئے کہ گناہوں کو بالکل ترک کردیں، کئے ہوئے گناہوں کی معافی اور توبہ اللہ تعالی سے کریں، وہ ذات بڑی رحیم وکریم ہے، اس سے جو بھی مانگا جاتا ہے ضرور عنایت کرتا ہے، فرشتوں کو اللہ نے حکم دیا "اسجدو لآدم" تمام فرشتے آدم علیہ السلام کے سامنے سجدے میں گر پڑے، مگر شیطان نے سجدہ نہیں کیا "فسجدوا الاابلیس"، حکم الٰہی کو توڑا، رب ذوالجلال کو جلال میں تو آنا ہی تھا، چنانچہ اللہ نے فرمایا یہاں سے اتر جاؤ تم مردود ہو "فاھبط منھا فانك رجیم" اللہ تعالی جلال کے عالم میں تھے، شیطان کو مردود قرار دیدیا، اس حالت میں بھی شیطان نے اللہ تعالی سے انسانوں کو بہکانے کے لیے قیامت تک کی مہلت مانگی، "فانظرنی الی یوم یبعثون" فرمایا "فانك من المنظرین" جلال کے عالم میں شیطان نے خدا سے مانگا اس کو دیدیا گیا، اے بندے اگر تو خدا کے دربار میں توبہ کرے گا تو کیا جمال کے عالم میں وہ تجھ کو معاف نہ کرے گا۔

ممبران کرام توجہ فرمائین

ماہنامہ نقوش اسلام امید ہے کہ آپ کو پابندی سے مل رہا ہوگا، بس اطلاعاً عرض یہ ہے کہ جن احباب کی مدت خریداری پوری ہوچکی ہے وہ آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون مبلغ ۱۰۰/روپئے بذریعہ منی آڈرارسال فرمائیں تاکہ آپ کے نام رسالہ جاری رکھا جاسکے۔

فضائل

دعا مانگنے کی فضیلت

حضرت مولانا محمد عمر مجاہد پوری

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"الدعاء هو العبادة" دعا مانگنا بعینہٖ عبادت کرنا ہے، پھر آپ نے (بطور دلیل) قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:"وَقَالَ رَبُّكُمُ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ "اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" من فتح له فى الدنيا منكم فتحت له ابواب الاجابة، فتحت له ابواب الجنة،فتحت لـه ابواب الرحمة"(حصن حصين صفحه ٥) جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھولدیا گیا (یعنی دعا مانگنے کی توفیق دے دی گئی اس کے لیے قبولیت کے دروازے کھولدئے گئے (دوسری روایت میں ہے) جنت کے دروازے کھولدئے گئے (تیسری روایت میں ہے) رحمت کے دروازے کھولدئے گئے۔

دعا کی اہمیت وعظمت ہی تو ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکیوں اور خاموشیوں میں دعا کرتے ہیں، روتے ہیں، پیشانی خاک پر رکھتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رات کو آنکھ کھلتی ہے دیکھتی ہیں بستر خالی ہے، خیال ہوتا ہے کہ شاید کسی بیوی کے حجرہ میں تشریف لے گئے ہیں، ٹٹولتی ہیں تو ہاتھ پیر پر پڑتا ہے، آپ گریہ وزاری اور دعا میں مصروف ہیں، پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ پیر پانی بھرتے بھرتے اور گھر کا کام کرنے سے نشان پڑ گئے ہیں، باپ دنیا کا شہنشاہ ہے؛ لیکن کیسا کہ جب باندی غلاموں کی آمد سن کر عرض کرتی ہیں کہ ایک خدمت گار مجھے بھی مل جائے اور ہاتھ اور بدن کے نشانات دکھاتی ہیں، تو فرماتے ہیں کہ میں تمہیں خدمت گار سے بھی اچھی چیز بتاؤں سوتے وقت یہ پڑھ لیا کرو، بدر کا میدان ہے فوجیں صف آراء ہیں؛ لیکن آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کس عالم میں ہیں ہاتھ خدا تعالی کے سامنے پھیلے ہوئے ہیں، چادر شانوں سے گر گئی ہے، عرض کر رہے ہیں اے اللہ اپنا وعدہ پورا کر اگر تیرے یہ چند بندے مارے گئے تو دنیا میں تیری وحدت ویکتائی کی منادی کرنے والا کوئی نہ رہے گا، طائف سے اس حالت میں واپس ہو رہے ہیں کہ ٹخنے ظالموں کے پتھروں سے زخمی ہیں، دل ان کے سلوک سے شکستہ تھے، بڑی امیدیں لے کر گئے تھے، اور بڑی حسرت سے واپس آ رہے ہیں، زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہیں الٰہی! اپنی کمزوری وبیچارگی اور ذلت کی تجھ سے فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، درماندگی سے پریشان اور کمزوروں کا مالک تو ہی ہے، مجھے کس پر چھوڑتا ہے، کسی بے گانے، ترش رو پر، یا کسی دشمن کے سپرد کئے دیتا ہے، اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں، لیکن تیری سلامتی میرے لیے زیادہ کشادہ ہے، تیری ذات کے نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام بن جاتے ہیں، اور پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو، مجھے تیری رضا مندی اور خوشنودی درکار رہے اور تجھی پر بھروسہ اور سہارا ہے۔

دعا کی اہمیت کے پیش نظر ہی سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں سے بھی دعا کی درخواست فرمائی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے

کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ "اشر کنایا اخی فی دعائك و لاتنسانا "(ابو داؤد)

اے میرے بھائی اپنی دعا میں ہم کو بھی شریک کرنا اور ہم کو اس وقت بھولنا نہیں، زبان سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوشی اور مسرت میں ڈوب گئے اور بے اختیار زبان سے نکل گیا "کلمة مایسرني ان لي بها الدنيا" میرے لیے زبان مبارک سے ایسی بات نکلی ہے، کہ اگر ساری دنیا بھی اس کے بدلے میں مل جائے تو مجھ کو کوئی خوشی نہ ہوگی۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جب اویس قرنیؒ سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہونچانے کے بعد میری امت کے لیے دعا کا پیغام بھی دینا (تذکرۃ الاولیاء) آپ نے حضرت اویس قرنیؒ کے بارے میں فرمایا اے عمر اگر تم اس سے دعائے مغفرت لینا چاہو تو ضرور دعا کروالینا اور میرے لیے بھی دعا کروانا۔ (مسلم شریف جلد ۲، باب فضائل اویس قرنیؒ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لایرد القضاء الا الدعاء و لایزیدفی العمر الاالبر" (حصن حصین صفحہ ۵) دعا کے سوا کوئی چیز قضا (تقدیر کے فیصلے) کو رد نہیں کرسکتی اور نیکی (عمل خیر) کے سوا کوئی چیز عمر کو نہیں بڑھا سکتی، ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (قضاء) قدر سے بچنے کی کوئی تدبیر فائدہ نہیں دیتی (ہاں) اللہ تعالی سے دعا مانگنا اس (آفت و مصیبت) میں بھی نفع پہونچاتا ہے جو نازل ہو چکی ہے اور اس (مصیبت) میں بھی جو ابھی تک نازل نہیں ہوئی اور بے شک بلا نازل ہونے کو ہوتی ہے، کہ اتنے میں دعا اس سے جا ملتی ہے، بس قیامت تک ان میں کشتی ہوتی رہتی ہے (اور انسان دعا کی بدولت اس بلا سے بچ جاتا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من لم یسأل الله یغضب علیه "(حصن حصین صفحه ٥)

جو شخص اللہ تعالی سے کوئی سوال نہیں کرتا اللہ تعالی اس شخص سے ناراض ہو جاتے ہیں، دوسری روایت میں ہے "من لم یدع الله غضب علیه (حوالہ بالا) جو اللہ تعالی سے دعا نہیں مانگتا اللہ تعالی اس سے ناراض ہو جاتے ہیں (دونوں کا مطلب ایک ہی ہے)

ناراضگی کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالی سے دعا مانگنے سے روگردانی دانستہ یا غیر دانستہ طور پر نخوت و تکبر کا مظاہرہ ہے، جو اللہ تعالی کی شدید ترین ناراضگی کا موجب ہے، اور دعا مانگنا سراسر عبدیت بندگی کا اظہار ہے، جو اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے، اور آسمان و زمین کا نور ہے، ایک حدیث میں ہے "مامن مسلم ینصب وجهه لله تعالی فی مسألة الا اعطاها ایاه اما ان یعجلها له و اما ان تدخرها له" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بھی مسلمان (کسی چیز کے) مانگنے کے لیے اللہ تعالی کی جانب منہ اٹھاتا ہے (اور دعا مانگتا ہے) اللہ تعالی اس کو وہ چیز ضرور دیتے ہیں، یا وہی چیز اس کو فی الفور دے دیتے ہیں یا اس کے واسطے (دنیا یا آخرت میں) اس کو ذخیرہ کر دیتے ہیں، یعنی دعا کے قبول ہونے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) اگر اللہ تعالی کے نزدیک قرین مصلحت ہوتا ہے تو فوراً مراد پوری کردی جاتی ہے (۲) اگر فوراً مراد پوری کرنا قرین مصلحت نہیں ہوتا تو بتاخیر مناسب وقت پر وہ مراد پوری کردی جاتی ہے (۳) ورنہ اس کا نعم البدل دنیا یا آخرت میں دیدیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالی سے دعا مانگنے کا اجر تو بہر صورت مل ہی جاتا ہے، اس لیے کوئی بھی دعا رائیگاں کسی بھی صورت میں نہیں جاتی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا "یاذا الجلال والاکرام" تو آپ نے فرمایا تیری دعا قبول کی جائیگی، اب تو (جو چاہے) مانگ۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالی کی جانب سے ایک فرشتہ مقرر ہے جو شخص تین مرتبہ یا ارحم الراحمین کہتا ہے، وہ فرشتہ اس شخص

سے کہتا ہے کہ بے شک سب سے بڑا رحم کرنے والا تیری طرف متوجہ ہے، اب تو جو چاہے سوال کر، ایک اور حدیث میں ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے جو یا ارحم الراحمین کہہ رہا تھا (حصن حصین صفحہ ۲۰)

آپ نے اس سے فرمایا تو (جو چاہے) مانگ، اللہ تعالی کی نگاہ کرم تیری طرف ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی سے تین مرتبہ جنت مانگتا ہے، تو جنت کہتی ہے اے اللہ! اس کو جنت میں داخل فرمادے اور جو شخص اللہ تعالی سے تین مرتبہ جہنم سے پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتی ہے، اے اللہ! تو اس شخص کو جہنم کی آگ سے پناہ دیدے۔ (حصن حصین صفحہ ۲۰)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ان پانچ کلموں کے ساتھ دعا کرے گا، وہ جو بھی سوال اللہ سے کرے گا اللہ تعالی اس کو ضرور پورا کریں گے (وہ پانچ کلمے یہ ہیں)۔

١ لااله الاالله وحده لاشريك له

٢ له الملك وله الحمد

٣ وهو على كل شئً قدير

٤ لااله الاالله

٥ لاحول ولاقوة الابالله

مذکورہ بالا آیت قرآنی اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ دعا ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے، اور اس کے دربار مقدس میں ہاتھ پسارنے سے کچھ نہ کچھ مل کر ہی رہتا ہے، بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ امت کو روحانی دولت کے جو عظیم خزانے ملے ہیں ان میں بیش قیمت خزانہ ان دعاؤں کا ہے، جو مختلف اوقات میں اللہ تعالی سے خود آپ نے کیں یا امت کو ان کی تلقین فرمائی، ان میں سے کچھ دعائیں ایسی ہیں جن کا تعلق خاص حالات اور اوقات اور مخصوص مقاصد وحاجات سے ہے اور زیادہ تر وہ ہیں جن کی نوعیت عمومی ہے، ان دعاؤں کی قدر وقیمت اور افادیت کا ایک عام پہلو یہ ہے کہ ان سے دعا کرنے اور اللہ سے اپنی پناہ اور حاجتیں مانگنے کا طریقہ اور سلیقہ معلوم ہوتا ہے اور اس باب میں وہ رہنمائی ملتی ہے جو کہیں سے نہیں مل سکتی اور ایک دوسرا خاص علمی اور عرفانی پہلو یہ ہے کہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اسی طرح دوسرے انبیاء کرام کو اللہ تعالی سے کتنا گہرا تعلق تھا اور انبیاء کرام کے دلوں پر خالق کائنات کا جلال وجمال کس قدر چھایا ہوا تھا اور اپنی اور ساری کائنات کی بے بسی اور لاچاری اور مالک الملک کی قدرت کاملہ اور ہمہ گیر رحمت وربوبیت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام کو کس قدر یقین تھا۔

اس تمہید کے بعد پہلے وہ چند دعائیں پڑھئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے حضور میں پیش کیں:

"اَللّٰهُمَّ اصْلِحْ لِيْ دِيْنِي الَّذِىْ جَعَلْتُهٗ عِصْمَةَ أَمْرِىْ وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَاىَ الَّتِىْ جَعَلْتَ فِيْهَا مَعَاشِىْ وَاَصْلِحْ لِيْ آخِرَتِىْ الَّتِىْ جَعَلْتَ فِيْهَا مَعَادِىْ وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّيْ فِىْ كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ" (رواه مسلم عن ابى هريرة)

اے اللہ میری دینی حالت درست فرمادے جن پر میری خیریت وسلامتی کا دارومدار ہے اور میری دنیا بھی درست فرمادے جس میں مجھے یہ زندگی گزارنی ہے اور میری آخرت بھی درست فرمادے جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے، اور ہمیشہ رہنا ہے اور میری زندگی کو خیر اور بھلائی میں اضافہ اور زیادتی کا ذریعہ بنا اور میری موت کو ہر شر سے راحت اور حفاظت کا وسیلہ بنادے۔

"رَبِّ اَعِنِّىْ وَلَا تُعِنْ عَلَىَّ وانْصُرْنِىْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَىَّ وَامْكُرْ لِىْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَىَّ وَاهْدِنِىْ وَيَسِّرِ الْهُدٰى لِىْ، وَانْصُرْنِىْ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَىَّ، رَبِّ اجْعَلْنِىْ لَكَ ذَكَّاراً، لكَ شَكَّاراً، لَكَ رَهَّابًا، لَكَ مِطْوَاعاً، لَكَ مُطِيْعاً، اِلَيْكَ مُخْبِتاً، اِلَيْكَ اَوَّاهاً مُنِيْباً، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِىْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِىْ وَاَجِبْ دَعْوَتِىْ وَثَبِّتْ حُجَّتِىْ وَسَدِّدْ

لِسَانِي واهْدِ قَلبِيْ، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِيْ"(حصن حصين)
اے رب مدد کر میری اور میرے مقابلہ میں کسی کی مدد مت کر، اور فتح دے مجھے اور میرے اوپر کسی کو فتح نہ دے، اور تدبیر کر میرے لیے اور میرے اوپر کسی کی تدبیر نہ چلا، اور ہدایت کر مجھے اور آسان کر ہدایت کو میرے لیے، اور مجھے مدد دے اس پر جو مجھ پر زیادتی کرے، اے رب کر دے مجھے ایسا کہ میں تجھے بہت یاد کیا کروں اور تیرا بہت شکر کیا کروں تجھ سے بہت ڈرا کروں، تیری بہت فرمانبرداری کیا کروں، تیرا بہت مطیع رہوں، تجھ سے سکون پانے والا تیری ہی طرف متوجہ ہونے والا، رجوع رہنے والا رہوں، اے رب قبول کر میری توبہ اور دھو دے میرے گناہ اور قبول کر میری دعا اور قائم رکھ میری حجت اور راست رکھ میری زبان اور ہدایت دے میرے دل کو اور نکال دے میرے سینہ سے کدورت۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ بِالْإِسْلَامِ قَائِماً وَاحْفَظْنِيْ بِالْإِسْلَامِ قَاعِداً وَاحْفَظْنِيْ بِالْإِسْلَامِ رَاقِداً وَلَاتُشْمِتْ بِيْ عُدوّاً وَلَاحَاسِداً اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ خَزَائِنُهٗ بِيَدِكَ (حصن حصين صفحه ۳۲۱)

یا اللہ اسلام کے ساتھ حفاظت کر میری، جب کھڑا ہوں، اور حفاظت کر میرے اسلام کی جب میں بیٹھا ہوں، اور حفاظت کر میری اسلام کے ساتھ جب میں لیٹا ہوں اور نہ طعنہ کا موقع دے مجھ پر کسی دشمن کو اور نہ کسی حاسد کو، یا اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے سب بھلائیاں جس کے خزانے تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

یہ تین دعائیں بطور تبرک و نمونہ پیش کی گئی ہیں ورنہ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حضور میں بے شمار دعائیں کیں اور انسانی زندگی کے ہر ہر موقع کے لیے دعائیں تعلیم فرمائیں، دعاؤں کی کتابوں میں دیکھ یا سن کر یاد کر لی جائیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں چند انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی دعائیں بھی ذکر فرمائی ہیں ان کو بھی پڑھیے:

۱- حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی دعا "قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (اعراف پاره۸/رکوع ۹) بولے وہ دونوں اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنی جان پر اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور ہو جائیں گے تباہ۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

۲- حضرت نوح علیہ السلام کی دعا: "رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِناً وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ" اے میرے رب معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو آئے میرے گھر میں ایماندار اور سب ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

۳- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا: "رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابِ (ابراهيم پ ۱۳/ ع۱۸) اے رب میرے کر مجھ کو کہ قائم رکھوں نماز اور میری اولاد میں سے بھی اے رب میرے اور قبول کر میری دعا، اے ہمارے رب بخش مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

۴- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا: "رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْلِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْقَوْلِيْ"(سورة طه پ ۱۶/ ع ۱۱) اے رب کشادہ کر میرا سینہ اور آسان کر میرا کام اور کھول دے گرہ میری زبان سے کہ سمجھیں میری بات (ترجمہ شیخ الہندؒ)

۵- حضرت یونس علیہ السلام کی دعا: "لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ "(سورة انبياء پ ۱۷/ ع ٦) آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ سب نقائص سے پاک ہیں، میں بے شک قصوروار ہوں۔ (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ)

۶- حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا: "وَاَيُّوْبَ اِذْنَادٰى رَبَّهٗ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ" (سورة انبياء پ ۱۷/ع٦) اور ایوبؑ کا تذکرہ کیجئے جب کہ انہوں نے (بعد مبتلا ہونے مرض شدید کے) اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔ (ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

۷- حضرت زکریا علیہ السلام کی نیک اولاد کے لیے دعا: "رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ "(سورة آل

عـمـران پ۳/ ع ۱۲) اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ بیشک تو سننے والا ہے دعا کو۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

۸- خوان آسمانی کے لیے حضرت عیسی علیہ السلام کی دعا: "اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْداً لِاَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَاوَاَنْتَ خَيْرُالرَّازِقِيْنَ" (سورۃمائدہ پ ۷/رکوع ۵) اے اللہ اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے واسطے اورنشانی ہو تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہی ہے بہترین رزق دینے والا۔ (شیخ الہندؒ)

نوٹ: جو دعائیں قرآن کریم اور احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کی گئی ہیں وہ اقرب الی الاجابۃ ہیں، دعاؤں کی کتابوں میں دیکھ کر یاسن کر یاد کر لی جائیں۔

اللهم تقبل منا انك انت السميع العليم ،اللهم اغفرلمرتبه ولناشره ولكاتبه ولمن قرأ ولمن دعا ولسائر المسلمين.

نقوش اسلام کی ڈاک

مدیر محترم مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از سلام مسنون! امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

نقوش اسلام کا تازہ شمارہ اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ ہم دست ہوا "نام تو پہلے ہی سنا تھا آج صورت دیکھ لی" رسالہ کو پڑھا ماشاء اللہ مضامین دلکش اور پر مغز اسلامی معلومات سے بھرپور اور فکر تخیلات کے دریچوں میں سما جانے والے ہیں۔

یقیناً نقوش اسلام نے صحافت میں ایک مستقل جگہ بنالی ہے، جسے کوئی ادب نواز نظر انداز نہیں کر سکتا، آپ کی محنت وکاوش برابر رنگ لا رہی ہے اور آپ کی فکری کاوشوں اور اصلاحی کوششوں کے انمٹ نقوش ونگارشات افادۂ خاص وعام ہو رہی ہیں اللہ تعالی اس کو نظر بد سے بچائے اور ترقی کی راہوں پر ہمیشہ گامزن رکھے۔ آمین

عبد الغفور قاسمی

مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ فیض العلوم بوڑیہ یمنانگر، ہریانہ

ناموس رسالت

نتیجۂ فکر: عبدالستار ساحل ندوی

ہرشیٔ بسمل ہو جائے ہر دل بے کل ہو جائے گا
ناموس رسالت کی خاطر عالم مقتل ہو جائے گا

ہر زخم جگر پر کھالیں گے، ہر چوٹ کو سہ لیں گے مگر
انگلی جو اٹھے گی آقا پہ صحرا کربل ہو جائے گا

ایک جان ہے کیا سو جان ملیں ہم اس کو بھی قرباں کر دینگے
مقتل کا نشاں میری سانسوں کا ہر پل ہر پل ہو جائے گا

جذبات کو چھیڑا تم نے اگر تو دنیا پھر یہ دیکھے گی
دریا سے شعلے اٹھیں گے میداں دلدل ہو جائے گا

ہر ایک کو اس نے بخش دیا شاتم کو نہ ہرگز معاف کیا
صد حیف کوئی ایوبی ہو باطل باطل ہو جائے گا

جب حتى اكون أحب اليه تم اپنا شیوہ بنالو گے
اک مؤمن ہر دشمن کے لیے وہ دَل بادَل ہو جائے گا

کس دن کے لیے تم مسلم ہو کس بات پہ مؤمن تم ٹھہرے
کیا ہوگا جب ابلیس زماں حاوی کسبل ہو جائے گا

ایماں کی حرارت ہوگی تو غیرت کے شرارے پھوٹیں گے
بیتابی دلوں میں آئے گی اور دل بے کل ہو جائے گا

ہاں موتوا علی ماتوا کی گر تصویر بٹھالو ذہنوں پر
ہر مشکل حل ہو جائے گی ہر کام سہل ہو جائے گا

فرعون زماں کا دعوی ہے انا ربکم الاعلی کا پھر
اِضرِب کے سہارے پار ہوں پھر جل ہی جل ہو جائے گا

کیوں راہ میں روڑے آئیں گے جب عزم مصمم ہوگا تو
اخلاص ہو دل میں پھر دیکھو دریا ساحل ہو جائے گا

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

مولانا محمد نظام الدین ندوی استاذ مرکز احیاء الفکر الاسلامی

نام کتاب: مختصر تجوید القرآن
مؤلف: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی
صفحات: ۶۴/ قیمت ۶/روپے
ناشر: دار البحوث والنشر، مرکز احیاء الفکر اسلامی، مظفر آباد، سہارنپور

امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان و کرم ہے کہ اس نے اسے قرآن مجید جیسی دولت سے نوازا ہے اور حفظ قرآن کو آسان فرمادیا ہے، ہر دور میں قرآن کی خدمت کو علماء امت نے اپنا مشغلہ بنایا ہے اور قرآن مجید کے ہر گوشہ علمی کو واشگاف کرنے کی کوشش کی ہے، علم تجوید کا تعلق چونکہ قرآن کریم سے ہے اس کی اس فن پر بھی علماء امت نے مستقل ایک کتب خانہ تیار کردیا ہے، زیر تبصرہ کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' تالیف مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی فن تجوید پر ایک اہم شاہکار اور اس سلسلہ میں ایک خوشگوار اضافہ ہے، اس کتاب میں تجوید کے ضروری قواعد آسان اور سہل اسلوب اور انوکھے پیرایہ بیان میں ایک جگہ جمع کردیئے گئے ہیں، صفات اور مخارج کا بیان بھی اور اخیر میں وقف کا بیان بھی بہت اہم ہے، یہ کتاب مصنف نے اپنے تجربات اور اپنے اساتذہ سے کئے ہوئے استفادہ کی روشنی میں لکھی ہے، علماء فن اور قراء نے اس پر اپنی تصدیقات اور تقریظات بھی ثبت فرمائی ہیں، جن سے کتاب کی افادیت واہمیت دوبالا ہوگئی ہے، اسی لیے بہت سے مدارس میں داخل نصاب بھی کی گئی ہے اس لیے امید کی جاتی ہے کہ مدارس کے ذمہ دار شعبہ تجوید کے نصاب میں داخل کریں گے اور اس سے خاطر خواہ افادہ اٹھائیں گے۔

کتاب اعلیٰ و معیاری طباعت کی حامل اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کی پسند فرمودہ اور دیگر اساتذہ فن وقراء حضرات کی آراء اور توصیفی وتعارفی کلمات سے بھی مزین ہے، کتاب لکھنؤ، دیوبند وغیرہ کے کتب خانوں سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

نام کتاب: سیرت حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی
مؤلف: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی
صفحات: ۳۱۲/ قیمت: ۳۵/روپے
ناشر: کتب خانہ یحیوی، محلہ مفتی سہارنپور (یوپی)

چونکہ قرآن وحدیث کے بعد انسانی زندگی میں انقلاب و مؤثر کردار ادا کرنے کے لیے بزرگوں کے حالات زندگی اور اسلاف کے واقعات اور سوانح حیات سے زیادہ کوئی چیز اثر کرنے والی نہیں ہے، اس لیے اسلاف امت، اکابرین علماء مصلحین دعاۃ اور ادباء ومفکرین کی سوانح عمریاں ہر زمانہ میں لکھی جاتی رہی ہیں، اس لیے حضرت مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی مدظلہ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کی سوانح کو تحقیق کے ساتھ بہترین اور اچھوتے اسلوب اور سہل انداز میں سپرد قلم فرمایا ہے، جس میں کوئی بھی اپنے اسلاف کے درخشاں نمونوں کو دیکھ سکتا ہے، اس سے قبل بھی مؤلف ایک درجن سے زیادہ عربی اور اردو میں کتابیں تصنیف کرکے اہل علم اور بزرگوں سے داد تحسین حاصل کرچکے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب مندرجہ ذیل پندرہ ابواب پر مشتمل ہے: (۱) خاندان وطن (۲) ولادت سے تکمیل تعلیم تک (۳) بارہ سال حضرت گنگوہی کی خدمت میں (۴) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے رجوع اور مظاہر علوم میں درس وتدریس (۵) طریقہ تربیت اور مجتہدانہ طرز تعلیم (۶) علمی مقام اور دینی خدمات (۷) رمضان کی کیفیت، معمولات اور کثرت تلاوت (۸) حضرت رائے پوری سے تعلق اور بے تکلفی (۹) حضرت تھانوی سے ربط وتعلق اور بے تکلفی (۱۰) علالت، وفات، تعزیتی خطوط، اہلیہ کا انتقال (۱۱) تجارتی کتب خانہ، دینی کتابوں کی اشاعت اور آپ کی مقروضیت (۱۲) خصوصیات وجذبات اور امتیازات وکمالات (۱۳) ارشادات وملفوظات اور واقعات وقصص (۱۴) بعض مخصوص تلامذہ اور ان کے حالات (۱۵) باقیات الصالحات۔

کتاب حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مقدمہ اور مولانا عبداللہ حسنی ندوی مدظلہ العالی کے تمہیدی کلمات اور محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی کے کلمات تبریک اور حضرت مولانا عبداللہ عباس ندویؒ کی بابرکت تحریر سے مزین ہے، اسلوب آسان اور عمدہ ہے، کتاب مجلد اور معیاری طباعت کی حامل ہے علماء واساتذہ اور طلبائے مدارس کے لیے قابل مطالعہ اور استفادہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کتاب دیوبند اور سہارنپور کے مکتبوں سے دستیاب ہوسکتی ہے۔

حافظ عبدالستار عزیزی

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

مرکز میں حجاج کرام کے ایک وفد کی آمد

مورخہ ۱۶؍جنوری کو الحاج حافظ حضرت منشی عبدالغفور صاحب ناظم اعلی مدرسہ انوار القرآن نعمت پور کی قیادت میں حجاج کے ایک وفد کی مرکز میں تشریف آوری پر ان کا استقبال کیا گیا، وفد میں مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کے استاذ مولانا ریاض احمد مظاہری بھی شریک تھے، اس موقع پر ایک مختصر سی نشست بھی منعقد کی گئی تھی جس میں مولانا ریاض احمد نے اساتذہ وطلبہ سے خطاب کے دوران علم کی اہمیت پر اجمالی روشنی ڈالتے ہوئے طلبہ کو یہ بتلانے کی کوشش کی کہ علم ہی انسان کو کامیابی کی منزل اور حلال وحرام کی تمیز بتلاتا ہے، انھوں نے کہا کہ ہم علم کو حاصل کر کے خود کو اس قابل بنا سکتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں ہمیں کامیابی اور کامرانی کا پروانہ مل سکے، انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ آج ہم غلط روش کو اس لیے اپنا رہے ہیں، کیونکہ ہمارا دامن علم دین سے خالی ہے اس لیے ہمیں حصول علم میں خاصی توجہ سے کام لینا چاہئے اور اس کے لیے محنت کرنی چاہئے تاکہ ہم اپنے مقصد میں کماحقہ کامیاب ہوسکیں، انہوں نے اپنے مختصر سے بیان کے دوران علم کی اہمیت وعظمت کے تعلق سے چند پرمغز اور عبرت انگیز واقعات بھی سنائے جن سے علم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا، اخیر میں یہ نشست انہی کی روح پرور دعا کے ساتھ اختتام کو پہنچی۔

جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں
الحاج مولانا ریاض احمد مظاہری کا خطاب

مورخہ ۱۶؍جنوری کی صبح حج سے واپسی پر مولانا ریاض مظاہری جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں تشریف لائے اور طالبات اور معلمات سے مختصر خطاب فرمایا انہوں نے اپنے خطاب میں اتباع سنت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس حقیقت کو واضح کیا کہ آج پوری انسانیت کی کامیابی اتباع سنت میں ہی مضمر ہے، جب تک ہم اپنی زندگی کو سنت کے طریقے پر نہیں ڈھال لیتے اخروی کامیابی ہمارا قدم نہیں چوم سکتی، انہوں نے طالبات کو اتباع سنت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو اللہ نے ایک بہتر موقع عطا کیا ہے اور علم دین کے حصول میں لگا کر آپ کے وقت کو قیمتی بنایا ہے، اب آپ کا کام یہ ہے کہ آپ ہر لمحہ اتباع سنت کا خیال رکھیں آپ کے وقت کا کوئی بھی حصہ اتباع سنت سے خالی نہ ہو، اگر آپ اپنے آپ کو اس اصول پر اتار لیتی ہیں تو ہمیں یقین ہے کہ کامیابی کی منزل آپ کو مل جائیگی اس موقع پر انہوں نے جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات کے نظام تعلیم وتربیت پر بھی اطمینان کا اظہار کیا۔

عارضی فلسطینی ریاست کا منصوبہ

دبئی- بتایا جاتا ہے کہ نام نہاد فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس نے عارضی فلسطینی ریاست کے خیال کو تسلیم کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا ہے کہ فلسطینی عوام اس پر ہرگز راضی نہیں ہوں گے۔

عوامی لیگ نے بائیکاٹ واپس لیا

ڈھاکہ- بنگلہ دیش کے سب سے بڑے سیاسی محاذ کی سربراہ عوامی لیگ کی صدر شیخ حسینہ واجد نے اعلان کیا ہے کہ ان کے مطالبات چوں کہ مان لیے گئے ہیں اس لیے اب وہ عام انتخاب میں حصہ لیں گی واضح رہے کہ چودہ پارٹیوں کے اس اتحاد نے پچھلے دنوں اس بنا پر عام انتخاب کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا تھا کہ بنگلا دیش کی نگراں حکومت کا سربراہ ایسے شخص کو بنایا جائے جو غیر جانب دار ہو، نگراں حکومت کے سربراہ کے طور پر بنگلا دیش کے صدر ایاز الدین احمد کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ ان کا جھکاؤ سابق حکومت کی طرف ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن کا الزام

اسلام آباد- پاکستان کے حزب اختلاف کے لیڈر مولانا فضل الرحمٰن نے حکومت پر الزام عائد کیا ہے کہ پاکستانی فوج کے تقریباً ۵۵؍ہزار اہل کاروں سے سرحد کی حفاظت کی بجائے شہریوں کی خدمات انجام دلائی جارہی ہے۔